ماہنامہ

حکمت بالغہ

اپریل2012

مدیر: انجینئر مختار حسین فاروقی

قرآن اکیڈمی

جھنگ پاکستان

فون اور فیکس:-0092-47-77628261

ای میل:hikmabaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ:

http://www.hikmatbaalgha.com

http://www.hamditabligh.net

ماهنامه

حکمت بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — مدیر معاون و نگران طباعت مفتی عطاء الرحمٰن

حافظ مختار احمد گوندل — تزئین و گرافکس سعد حسن خان

پروفیسر خلیل الرحمٰن — قانونی مشاورت:

محمد فیاض عادل فاروقی — محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زرتعاون پندرہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 350 روپے، قیمت فی شمارہ 35 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7628561-7628361

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: شیخ فیاض حسین مطبع: سلطان باہو پریس فوار چوک جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ چیز ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ نوح	3
2	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	5
3	**علاماتِ قیامت**، خروج النار من قعر عدن	انجینئر مختار فاروقی	7
4	رؤیت ہلال حقائق اور مغالطے	ساجد محمود مسلم	33
5	صہیونیت کا عالمی سلطنت کا خواب چھ صدیوں کی پیش رفت کا حاصل	انجینئر مختار فاروقی	44
6	فقہ اسلامی کی تدوین نو	مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ	50
	صلح حدیبیہ......امور جہانبانی میں فراست نبوی ﷺ کا شاہکار	سلطان شاہین	
	اہل علم کی آراء اور تبصرے	ڈاکٹر طالب حسین سیال، شیخ رحیم الدین،عبدالرزاق	

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں(ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ نوح (28-21)

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ

(اس کے بعد) حضرت نوح (علیہ السلام) نے عرض کی کہ میرے پروردگار!

اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ وَ اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا O

یہ لوگ میرے کہنے پر نہیں چلے اور ان کے تابع ہوئے ہیں

جن کو ان کے مال اور اولاد نے نقصان کے سوا کچھ فائدہ نہیں دیا

وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا O

اور وہ بڑی بڑی چالیں چلے

وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ

اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا

وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا O

اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا

وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا O

(پروردگار) اُنہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے

تو تو ان ظالموں کو اور گمراہ کر دے

مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا

(پھرایسے ہی ہوا کہ) وہ اپنے گناہوں کے سبب (پہلے) غرقِ آب

کردیے گئے اور پھر آگ میں ڈال دیے گئے

فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ○

تو اُنہوں نے اللہ (جس کے وہ نافرمان تھے) کے مقابلے میں

(اپنے معبودوں میں سے) کسی کو اپنا مددکرنے والا نہ پایا

وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ

اور (پھر) نوح (علیہ السلام) نے (یہ) دُعا کی کہ میرے پروردگار!

لَاتَذَرْعَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○

کسی کافر کو روئے زمین پر بستا نہ رہنے دے

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ

اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے

وَ لَايَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○

اور ان کی جو اولاد ہوگی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہوگی

رَبِّ اغْفِرْلِىْ وَ لِوَالِدَىَّ

اے میرے پروردگار! معاف فرما مجھ کو اور میرے ماں باپ کو

وَ لِمَنْ دَخَلَ بَيْتِىَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ

اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو

اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو

وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ○

اور (ان) ظالموں کے لئے تباہی کو اور زیادہ بڑھا دے

صدق اللّٰہ العظیم

حرفِ آرزو

انجینئر مختار فاروقی

1۔ عالمی سطح پر دنیا کے تمام ممالک میں معاشی بدحالی اور غیر یقینی معاشی مستقبل کی وجہ سے بے سکونی اور بدامنی کے حالات ہیں۔ امریکہ سمیت دنیا کے تمام ترقی یافتہ مغربی ممالک میں OCCUPY WALL STREET کے نام سے تحریک گزشتہ کئی ماہ سے جاری ہے اور درجنوں شہروں میں پھیل چکی ہے۔ غیر ترقی یافتہ اور تیسری دنیا کے ممالک میں جاری حالیہ بے سکونی اور بدامنی کی کیفیت میں امریکی یا صہیونی مداخلت کا عنصر بھی شامل ہے امریکہ بہادر نے اپنے صہیونی اور اسرائیلی سرپرستوں کے منصوبوں کے عین مطابق دنیا کے اس 'صنم کدہ' میں حکمرانوں کی صورت میں سیاسی بت گاڑ رکھے ہیں۔ کمزور ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کا یہ عنصر ہی تیسری دنیا کے ممالک اور بالخصوص مسلمان ملکوں میں بے چینی کا اصل سبب ہے۔

مشرق وسطی اور شمالی افریقہ کے عرب ممالک میں گزشتہ دو سالوں سے امریکہ کے نصب کردہ ان بتوں کے خلاف عوامی جذبات زیادہ تیز ہو رہے ہیں۔ جوں جوں اسرائیل کا ایک شیطانی منصوبہ 'قُبّۃ الصخرۃ' (DOME OF ROCK) کا گرانا اور اس کی جگہ ہیکل سلیمانی (3rd TEMPLE) کی بلا جواز تعمیر کا مرحلہ (اپنے نوجوانوں اور HAWKS کے دباؤ کی وجہ سے) قریب سے قریب تر آ رہا ہے، مشرق وسطی کے عرب ممالک کی بے چینی میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔

عرب دنیا کی اس بیداری کو اخبارات اور الیکٹرانک میڈیا "ARAB SPRING" یعنی 'ربیع العرب' کا نام دے رہا ہے اور کئی تجزیہ نگار اس بیداری اور 'ربیع العرب' کو 'صبح انقلاب'

سے تعبیر کر رہے ہیں اس تحریک سے بڑی توقعات وابستہ کر کے اس کے نتیجے میں کسی فوری مثبت تبدیلی کی اُمیدیں دلا رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک مشرق وسطیٰ میں نصب امریکہ کے یہ سیاسی بت اب امریکہ اور اسرائیل کے کام کے نہیں رہے اس لیے ان کو اب اپنے ہی ایک منصوبے کے تحت ہٹایا جا رہا ہے اور ایک 'جہانِ نو' یا نیو ورلڈ آرڈر (جو دراصل جیو ورلڈ آرڈر یعنی JEW WORLD ORDER ہے) کے لیے اگلے مرحلے کے طور پر اسٹیج تیار کیا جا رہا ہے۔

اسرائیل کے صہیونی (شیطانی) منصوبوں میں ہیکل سلیمانی کی بلا جواز تعمیر دراصل مشرق وسطیٰ میں ایک 'عظیم جنگ' کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ مصر، لیبیا، یمن، بحرین، شام اور سعودی عرب کے حکمرانوں کے خلاف عوامی جذبات کو انتہا پسندانہ رنگ (تکفیری رنگ) خود امریکہ نے دیا ہے بلکہ اسے امریکہ اور برطانیہ کی درسگاہوں میں آبیاری کر کے پروان چڑھایا ہے اور اب موجودہ حکمرانوں کے خلاف اسی سوچ کو عوامی بنا کر، درپردہ شہ دے کر اور خاموش حمایت کر کے آگے بڑھائے جانے کا منظرنامہ صاف اور واضح ہے اور ایسے مواقع بالکل سامنے ہیں کہ کامیابی یقینی ہے۔

صہیونی منصوبہ ساز اور امریکی کارپردازان حکومت کا یہ اقدام کسی اسلام دوستی، انسان دوستی یا اخلاقی اقدار کی بالادستی کے جذبات کے تحت بالکل نہیں ہے بلکہ گزشتہ ساٹھ ستر سالوں میں مشرق وسطیٰ کے ممالک میں مسلّط کردہ امریکی مہروں کی حکومتوں کے خلاف انتقامی جذبات اور نفرت کا جو لاوا پک رہا تھا اب اس قابل ہوگیا ہے کہ وہ کسی تبدیلی کا باعث بن سکے تو میڈیا کی حمایت سے اس کو عوامی رنگ دے کر بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیے جانے کا مرحلہ آ گیا ہے جیسے دو عشرے قبل USSR میں لینن کے بت گرائے تھے اسی طرح مشرق وسطیٰ میں امریکی حمایت یافتہ حکمرانوں کو بھی 'تخت' سے اتار کر رسوا کر دیا جائے گا۔ افسوس ہے تو صرف اس بات پر کہ عرب حکمرانوں کے خلاف عرب نوجوانوں کی خون اور پسینے کی محنت کا پھل پھر امریکہ اور درپردہ اسرائیل ہی کھائے گا فوری طور پر مسلمانوں کے ہاتھ اس کے ثمرات نہیں لگنے دیے جائیں گے اور ان کی صبحوں شاموں کی سب محنت اکارت چلی جائے گی۔

اسرائیل میں صہیونی منصوبہ ہیکل سلیمانی کی تعمیر جدید ہے اس کے نقشے دو عشروں سے تیار ہیں فنڈز کی بھی کوئی کمی نہیں ہے اس مقصد کے لیے صہیونی بنکرز اور ملٹی نیشنلز اپنی تجوریوں کے

منہ کھولنے کو بے تاب ہیں۔ امریکہ میں نائن الیون کے واقعہ کے بعد افغانستان پر برہمی کے پراپیگنڈے کی اڑائی ہوئی گرد میں اسرائیل نے اکتوبر 2001ء کے پہلے ہفتہ میں اس ہیکل سلیمانی کا سنگ بنیاد بھی رکھ دیا تھا۔ اس منصوبے میں رکاوٹ ہے تو یہ کہ اس ہیکل سلیمانی کی جائے تعمیر پر قُبّۃ الصخرہ کھڑا ہے، حضرت محمد ﷺ کی معراج کی شب کی یادگاریں ہیں اور ملحقہ مسجد عمرؓ ہے (جہاں 637ء میں فتح بیت المقدس کے موقع پر خلیفہ ثالث حضرت عمرؓ نے شکرانے کے نوافل ادا کیے تھے بعد ازاں مسلمانوں نے یہاں ایک مسجد تعمیر کر دی)

عرب دنیا میں برپا موجودہ بے چینی جسے 'ربیع العرب' اور انقلاب کی صبح سے تعبیر کیا جا رہا ہے دراصل حقیقی صبح نہیں ہے۔ مشرق وسطیٰ میں حقیقی تبدیلی تو آئے گی اور ان شاء اللہ صفحۂ ہستی کو اسرائیل کے ناپاک وجود سے پاک کر دیا جائے گا اور حالات کا رخ اسلام کی بالادستی اور عالمی نظام خلافت کے قیام کی طرف مڑ جائے گا وہ صبح واقعتاً 'صبح صادق' اور صبح انقلاب ہوگی۔ موجودہ بیداری تو صبح کاذب کے درجے کی شئے ہے جس سے حقیقی فائدہ مسلمان امت کو بہت کم اور اسرائیل اور اس کے سرپرستوں کو زیادہ ہوگا۔

ہماری یہ سوچ مذہبی رومانویت (RELIGIOUS ROMANTICISM) بھی ہوسکتی ہے جو ہمارے نزدیک بُری شئے نہیں ہے دنیا میں بڑے بڑے انقلابات کی خاطر عوامی جذبات کو ابھارنے کے لیے جذباتیت ہی کا سہارا لیا گیا ہے۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے مکّی دور میں جبکہ اسلام کے سیاسی غلبے اور قیام خلافت کے ظاہری امکانات معدوم کے درجے میں تھے' اسی انسانی فطری جذباتی انداز کا سہارا لیا ہے اور حضرت خباب بن ارتؓ اور بعد ازاں حضرت سراقہ بن مالکؓ کو شاندار مستقبل کی نویدیں سنائی ہیں۔ تاہم یہ بات یقینی ہے کہ حالیہ عرب بیداری سے پیدا شدہ صورت حال ایک عالمی بے چینی (TURMOIL) کے بعد اسلام کے حق میں ہو جائے گی۔

ہماری رائے میں موجودہ ARAB SPRING کی کیفیات عارضی ہیں جس کا نقشہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں بیان فرمایا ہے جو ہمارے نزدیک دل کو دہلا دینے والی حدیث ہے۔ حق کو چھپانے کے الزام کا ڈر نہ ہوتا تو ہم یہ حدیث یہاں بیان نہ

کرنے میں ہی عافیت سمجھتے۔اس حدیث مبارکہ کا متن حسبِ ذیل ہے:

عمران بیت المقدس خراب یثرب

بیت المقدس کی آبادی مدینہ کی تخریب کا سبب ہے

و خراب یثرب خروج الملحمة

اور مدینہ کی تخریب جنگ وجدال کا سبب ہے

و خروج الملحمة فتح القسطنطینیة

اور جنگ وجدال قسطنطنیہ کی فتح کا سبب ہے

و فتح القسطنطینیة خروج الدجال

اور قسطنطنیہ کی فتح خروج دجال کا سبب ہے

(مسند احمد، عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

ہم قارئین حکمت بالغہ کے سامنے اس وقت اس حدیث مبارکہ کے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہوئے اس کے الفاظ پر غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ان شاء اللہ حالات حاضرہ کے پس منظر میں اپنے نبی مکرّم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے یہ مقدّس الفاظ یقیناً آپ کی بصیرت باطنی میں اضافہ کریں گے اور موجودہ منظر نامہ (SCENARIO) میں آپ کی فراست مؤمنانہ میں نئی جہتوں کا باعث ہوں گے۔آئندہ کسی موقع پر اس فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجات پر آج کے معروضی حالات میں اپنا مافی الضمیر بھی پیش کریں گے

2۔ ماہ دسمبر 2011ء کے شمارے میں اس ملک خداداد پاکستان میں اس کے قیام کے مقاصد کے عین مطابق اسلامی اقدار کے فروغ کے ساتھ اسلامی قوانین (شریعت) کے نفاذ کے ضمن میں ان وجوہات کا تذکرہ تھا جن کے باعث یہ کام نہیں ہوسکا۔ان وجوہات میں ہمارے نزدیک ایک اہم وجہ فقہ اسلامی کی تدوین نو کے کام کا کماحقہٗ تکمیل پذیر نہ ہونا بھی شامل ہے۔ ملک وملّت کے بہی خواہ اور ملت کا درد رکھنے والے اس مسئلہ کی سنگینی اور اہمیت سے واقف ہیں اور مسلسل اس کمی کو نہ صرف محسوس کرتے رہے ہیں بلکہ اس کے ازالہ کے لئے اپنی حد تک کوششیں

بھی کرتے رہے ہیں اور دوسروں کو بھی توجہ دلاتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ کی ایک تالیف لطیف 'اسلام اور پاکستان' نامی کتاب کے تیسرے ایڈیشن (اگست 89ء) کے آخر میں ماہنامہ 'بیّنات' کراچی (مارچ 1967ء) کا ایک اداریہ بطور ضمیمہ شامل ہے۔ موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے یہ اہم اداریہ شامل اشاعت کر رہے ہیں۔ اس تحریر سے قارئین حکمت بالغہ کو اندازہ ہوگا کہ تقریباً نصف صدی قبل بھی یہ موضوعات زیر بحث تھے تاہم بعض مرئی اور غیر مرئی وجوہات کی وجہ سے اس طرف کوئی مثبت پیش رفت نہیں ہو سکی۔

اس تحریر میں بعض ضمنی گوشے بھی سامنے آئے ہیں۔ سرکاری سطح پر کیے گئے 'اسلامی فقہ کی تدوین نو' کے کام اور غیر سرکاری سطح پر علمائے کرام کی مساعی کی نوعیت کا فرق دراصل اس پس منظر کا فرق ہے جو ان دو قسم کے تعلیمی اداروں میں موجود ہے۔ تاہم وسعت قلبی اور مقصد سے حقیقی لگن ہو تو اس 'مشکل گھاٹی' سے بھی کامیابی سے گزر کر سرخرو ہوا جا سکتا ہے۔

3۔ گزشتہ ماہ (مارچ 2012ء) کے شمارے میں ''سورۃ الرحمٰن' اور سورۃ الواقعہ کی روشنی میں محاسبہ اُخروی کے مراحل''، مضمون شائع ہوا ہے۔ یہ تحریر بنیادی طور پر نسل انسانی کے اجتماعی طور پر محاسبہ اُخروی کے مراحل پر ایک عمومی نگاہ اور اُصولی مباحث پر مشتمل ہے۔ اسی لئے اس کرۂ ارضی پر انسانیت کے خاتمے (نفخہ اُولیٰ) کے واقعے سے شروع ہو کر نفخہ ثانیہ کے بعد 'بعث بعد الموت' اور حساب کتاب کے مراحل پر مشتمل ہے۔ اسی لئے وہاں یہی مذکور ہے کہ نفخہ اُولیٰ کے موقع پر جب سب انسان 'موت' کی آغوش میں چلے جائیں گے وہ انفرادی طور پر 'برزخ' کے مرحلہ میں ہی داخل ہو جائیں گے۔ اجتماعی طور پر روئے ارضی پر محاسبہ اُخروی کے لئے میدانِ حشر کی تیاری کے مراحل بھی اسی عرصہ میں مکمل ہو جائیں گے۔ تا آنکہ نفخہ ثانی کے بعد تمام اولین و آخرین انسان دوبارہ زندہ ہو کر اپنے 'محاسبہ' کے مراحل کے لئے 'حاضر' ہوں گے۔

حکمت بالغہ کے ایک قاری اور ہمارے انتہائی قابل احترام بزرگ جناب عبدالرشید ارشد صاحب (جوہر آباد) نے ایک خط کے ذریعے بڑی خوبصورتی سے اس بات کی طرف توجہ

دلائی ہے کہ جو لوگ نفخہ اُولیٰ سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک فوت ہو چکے ہیں یا آج سے لے کر نفخہ اولیٰ تک فوت ہوں گے وہ تو قبر میں اپنے برزخ کے مرحلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔'قبر' کی زندگی کے بارے میں اچھے بُرے لوگوں کے ساتھ ہونے والے جس سلوک کی خبر قرآنِ مجید کے ساتھ حدیث میں دی گئی ہے اور عبرت کے لئے نشان دہی کی گئی ہے' وہ کیفیات آج بھی ان پر گزر رہی ہیں۔قبر آخرت کے مراحل میں پہلا مرحلہ ہے نیز اچھے اور باعمل انسانوں کے لئے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ جبکہ کافروں ،مشرکوں اور ظالموں وغیرھم کے لئے دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

ہم قابل احترام عبدالرشید ارشد صاحب کے مشکور ہیں کہ اُنہوں نے بروقت توجہ دلا کر کسی امکانی غلط فہمی کا راستہ بند کر دیا ہے۔

10

خروج النار من قعر عدن

قال النبی ﷺ: اِنَّ السَّاعَةَ لَاتَقُوْمُ حَتّٰی تَكُوْنَ عَشَرَ آيَاتٍ:
......الدُّخَان......وَ الدَّجَّال......وَ الدَّابَّة ......وَ طُلُوْع الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَثَلَاث خُسُوْفٍ...... خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ ......وَ خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ ......وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ......وَ نُزُوْل عِيْسٰی علیہ السلام ......وَ فَتْح يَاجُوْجَ وَ مَاجُوْجَ ......وَ نَار تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدْنٍ تَسُوْقُ النَّاسَ اِلَی الْمَحْشَرِ تَبِيْتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوْا وَ تَقِيْلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوْا

(مسند احمد عن حذیفة رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ دس نشانیاں ظاہر نہ ہوجائیں۔ دھواں، دجال، دابۃ الارض، مغرب سے سورج کا نکلنا، تین جگہ لوگوں کا زمین میں دھنس جانا: ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، یاجوج ماجوج کا نکلنا اور قعر عدن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانکے گی جہاں لوگ رات کو ٹھہریں گے وہاں وہ ٹھہرے گی اور جہاں دن کے وقت آرام کریں گے وہاں وہ بھی رک جائے گی۔

علاماتِ قیامت10

قعرعدن سے آگ کا نکلنا

انجینئر مختار فاروقی

حکمت بالغہ کے صفحات میں جنوری 2011ء سے شروع ہو کر اب تک اس حدیث مبارکہ میں مذکور 9 علامات قیامت کا تذکرہ ہو چکا ہے اس شمارے میں حدیث پاک میں وارد دسویں علامت کا بیان ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے انتہائی درجے میں شکرگزار ہیں کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ اس عنوان پر آج کے حالات میں کچھ معروضات پیش کرسکیں۔ یہ معروضات فرمانِ رسالت ﷺ میں وارد علامات کی تفہیم کے لئے حالاتِ حاضرہ پر منطبق کرنے کی کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ اس کوشش کو فہم دین کا ذریعہ بنائے اور ہم مسلمانوں کو آمادہ عمل کرنے کا موجب بنادے۔ آمین یارب العالمین

01۔ اس حدیث مبارکہ میں دس علاماتِ قیامت کے تذکرے میں یہ علامت سب سے آخر میں آئی ہے اور ذہن میں آسکتا ہے کہ قیامت سے پہلے کے جس دور سے متعلق اس فرمانِ رسالت ﷺ میں اشارہ ہے اس دور میں یہ صورتِ حال سب سے آخری علامت اور نشانی کے طور پر پیدا ہوگی اور اس کے بعد جلد ہی قیامت واقع ہو جائے گی۔

02۔ اشراط الساعۃ والی اس حدیث مبارکہ کے علاوہ بھی کئی احادیث میں قربِ قیامت میں آگ کے نکلنے کا ذکر ہے۔ حضرت موت سے آگ کا نکلنا، یمن سے آگ کا نکلنا، مشرق سے آگ کا نکلنا بھی احادیث میں وارد ہے۔ اس آگ کی کیفیت ایک فرمانِ رسالت ﷺ میں اس طرح

بیان ہوئی ہے کہ اس کی ہولناکی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ارشاد ہے

(1) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آگ تمہارا پیچھا کرے گی جو آج وادی برہوت میں بجھی ہوئی ہے جو لوگوں کو گھیر لے گی اس میں دردناک عذاب ہوگا لوگوں اوران کے اموال کھائے گی اور وہ ساری دنیا میں آٹھ دنوں میں چکر لگالے گی وہ ہوا اور بادل کی طرح اُڑے گی اس کی گرمی دن کی گرمی سے رات کے وقت زیادہ سخت ہوگی اوراس کے آسمان وزمین کے درمیان بادل سے زیادہ گرجدار آواز ہوگی اور یہ مخلوق کے سروں پرعرش سے زیادہ قریب ہوگی۔عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ ہوا مومن مرداورعورتوں پرنرم ہوگی یانہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن مرداورعورت اس وقت ہوں گے کہاں اس دن لوگ گدھوں سے بھی بدتر ہوں گے۔وہ جانوروں کی طرح کھلم کھلا زنا کریں گے ان میں کوئی مرد ٹھہر جا، ٹھہر جا کہنے والا نہ ہوگا۔(رواہ طبرانی وابن عساکر)

اسی طرح اس فرمان رسالت میں بھی آگ کی کیفیات کا ذکر ہے

(2) حضرت رافع بن بشر سلمی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عنقریب ایک آگ حبس سیل سے نکلے گی۔وہ تیز رفتار اُونٹ کی طرح دوڑے گی دن کو چلے گی رات کو ٹھہر جائے گی صبح وشام اس کا یہی کام ہوگا اور عام اعلان ہوگا لوگو! آگ نے صبح کی ہے تم بھی صبح کرو۔آگ نے قیلولہ کیا تم بھی قیلولہ کرو آگ نے شام کی تم بھی شام کرو آگ جسے پہنچے گی اسے کھا جائے گی۔(رواہ احمد والبغوی والبارودی وابن قانع وابن حبان والطبرانی والحاکم و ابونعیم)

''اشراط الساعۃ'' کے مؤلف حضرت علامہ محمد بن عبدالرسول برزنجیؒ جس کا ترجمہ مفتی محمد فیض احمد اویسی نے کیا ہے' میں مولف نے ان احادیث کی تطبیق اس طرح فرمائی ہے:

''یہ آگ جس کا ذکر ان احادیث میں آیا ہے یہ عدن کے گڑھے سے نکلے گی یہ اس آگ کی غیر ہے جو مدینہ پاک سے نکلے گی جس کا قسم اوّل میں تفصیل سے ذکر ہوا ہے اور یہ اس کے منافی بھی نہیں کہ یہ آگ حبس سیل سے خارج ہوگی کیونکہ اصل تو یہ ہے کہ یہ آگ وادی برہوت

سے نکلے گی اسے 'وادی النار' کہا جاتا ہے اور عدن کے گڑھے میں ہے اور عدن حضرموت کے کنارے اور ساحل سمندر پر ہے۔ تمام عبارات کا مقصد ایک ہے اور وہ آگ حبس سیل سے بھی گزرے گی۔ اور یہ خطاب اہل مدینہ سے ہے حبس سیل مدینہ طیبہ کے شرقی جانب ہے اسی وادی سے حبس سیل ہو کر گزرے گی اور وادی حبس سیل مدینہ پاک کے راستہ پر ہے اس معنی پر یہ کہنا بھی صحیح ہوا کہ وہ حبس سیل سے نکلے گی۔"

قعر عدن کیا ہے؟

احادیث مبارکہ میں قعر عدن کے علاوہ 'حبس سیل' اور وادی برہوت کے الفاظ بھی وارد ہیں۔ اس وادی کو 'وادی النار' بھی کہا جاتا ہے۔ آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ یہ سارا علاقہ کس طرح کا ہے اور اس کا جغرافیہ کیسا ہے۔ (آخری صفحہ دیکھئے)

1۔ ملک یمن کا محل وقوع (سعودی عرب، عمان، متحدہ عرب امارات وغیرہ واضح ہیں)

2۔ یمن میں واقع وادئ برہوت، حضرت موت، عدن

3۔ ملک عدن کا نقشہ: اہم شہر صنعاء، عدن، مآرب نمایاں ہیں

4۔ شہر عدن......ملک یمن کا جنوبی ساحلی علاقہ اور اہم شہر ہے۔

5۔ شہر عدن کا فضائی منظر

6۔یمن کے شہر عدن کا فضائی منظر (نقشے میں آتش فشاں پہاڑ کا دہانہ نمایاں ہے، اس علاقہ کو وادی النار بھی کہتے ہیں۔

7۔عدن کے شہر کے پاس آتش فشانی چٹانوں کی ساخت واضح طور پر نمایاں نظر آتی ہیں۔

8۔چھوٹا عدن (پرانا عدن) کا فضائی منظر: یہ علاقہ بھی آتش فشانی چٹانوں سے گھرا ہوا ہے۔

9۔شہر عدن کے اندر آتش فشاں پہاڑوں کا ایک اور منظر

10۔شہر عدن کی آبادی کا ایک حصہ اور اہم تنصیبات آتش فشاں کے دہانے پر ہی واقع ہیں۔

11۔شہر عدن کا فضائی منظر۔آتش فشاں پہاڑ کے دھانے پر آبادی واضح ہے۔

01۔ آتش فشاں پہاڑ دنیا کے کئی علاقوں کی طرح یمن میں بھی موجود ہیں۔آتش فشاں ماضی میں جب کبھی پھٹے ہیں تو وسیع علاقوں میں تباہی لائے ہیں۔کئی علاقوں کے آتش فشاں ایک

عرصہ پر دوبارہ بھی پھٹ پڑتے ہیں اور تباہی کا باعث بنتے ہیں۔

02۔ احادیث مبارکہ میں لسانِ رسالت ﷺ سے جس آگ کے نکلنے کا تذکرہ سامنے آیا ہے وہ اس طرح کے آتش فشانوں کے پھٹنے سے بھی نمودار ہو سکتی ہے اور کئی دیگر ذرائع اور اسباب سے بھی سامنے آ سکتی ہے۔

03۔ آنے والے دور میں مشرق وسطی کا علاقہ اور بالخصوص بیت المقدس اور حرمین شریفین کا علاقہ صہیونیت کے شیطانی منصوبوں کی تکمیل کی ناپاک خواہشات کے لیے بہت بڑی رکاوٹ ہیں لہٰذا سعودی عرب اور یمن کے اس حصے میں کسی ایٹمی جنگ کا واقع ہونا بھی کوئی بعید از قیاس یا ناممکن نہیں ہے۔

04۔ اس علاقے میں قدرتی تیل اور قدرتی گیس کے بے پناہ ذخائر کا تو دنیا کو علم ہے ہی کسی ناگہانی صورت حال میں علاقے میں موجود آئل فیلڈز اور گیس فیلڈز میں آگ لگ جانے سے جس تباہی کا منظر تصوّر کیا جا سکتا ہے وہ عالم اسباب میں سامنے کی بات ہے۔

05۔ ابھی حقیقت مستقبل کے پردوں کے پیچھے مستور ہے اور یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ عالم واقعہ میں حقیقی صورت حال کیا ہوگی۔ تاہم حضرت محمد ﷺ کے فرامین کی روشنی میں یہ بات حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے کہ جلد یا بدیر قربِ قیامت میں اس علاقے سے وہ ساری کیفیات پیدا ہوں گی اور عالم اسباب میں ہو بہو وہی نقشہ بن کر رہے گا جو آپ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ کے ذریعے ہمارے تصوّر میں آ سکتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت میں جن دس علامات قیامت کا تذکرہ ہے وہ بیان ہو چکیں۔ ان میں کئی علامات آج ہمارے سامنے ہیں۔ گویا یہ دور قربِ قیامت کا ہی دور ہے اور فتنہ دجال کا دور ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کے امتی کی حیثیت سے ان باتوں پر مکمل یقین کے ساتھ ایمان رکھتے ہوئے، اپنی اصلاح احوال کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔ امت مسلمہ کے

اجتماعی احوال کی اصلاح اور بہتری اور دنیا میں اسلام کے از سر نو غلبہ واستحکام کے لئے بھرپور سعی کرنا چاہیے تاکہ ہم سب مسلمان ان فرائض کی ادائیگی کے ذریعے رضائے الٰہی حاصل کر کے

آخرت میں سرخرو ہوسکیں۔ان علامات قیامت کے بیان سے یہ نتیجہ نکالنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ یہ سب تو ہونے والا ہے دنیا ختم ہورہی ہے لہٰذا ـــــــ کھاؤ پیو عیش کرو ہمارے روکنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے یہ بے دینی وبے عملی کہاں رُک سکتی ہے۔نعوذ باللہ من ذالک۔

اشراط الساعہ کے اس بیان سے مراد یہ ہے کہ اہل ایمان کو اپنی دینی ذمہ داریاں پوری کرنا ہیں اس کے باوجود یہ دس نشانیاں پوری ہوں گی ان مخالف اور حوصلہ شکن حالات میں بھی کسی مسلمان کو ہمت نہیں ہارنا چاہیے اور اصلاح احوال کی کوششوں سے بے نیاز نہیں ہونا چاہیے۔

رؤیت ہلال

حقائق اور مغالطے

تحریر و تحقیق: ساجد محمود مسلم

اسلامی تہذیب کا ایک نمایاں وصف خالص قمری تقویم ہے، جس کی بنیاد منازلِ قمر پر رکھی گئی ہے۔ اللہ وحدہٗ لاشریک کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ O (یونس:5)

''وہی (اللہ) ہے جس نے سورج کو ضیا اور چاند کو چمکتا ہوا بنایا اور اس نے اس (چاند) کی منزلیں مقرر کردیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان سکو۔ اللہ نے یہ سب حق کے ساتھ پیدا فرمایا، وہ اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے علم والوں کیلئے''

دینِ اسلام نے عبادات کو شمسی تقویم کی بجائے قمری تقویم سے متعلق کیا ہے، جس کا ایک سبب یہ ہے کہ منازلِ قمر ظاہری آنکھ سے دکھائی دیتی ہیں، لہٰذا ہر صاحبِ بصارت ان کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ چاند کی پہلی منزل ہلال ہے جو ایک نورانی قوس کی شکل میں دکھائی دیتا ہے۔ اس کے بعد چاند کی قوس بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ چاند بدر کی شکل میں طلوع ہوتا ہے۔ پھر یہ گھٹنا شروع ہوجاتا ہے اور گھٹتے گھٹتے نظروں سے بالکل اوجھل ہو جاتا ہے۔ پھر اگلی رات دوبارہ ہلال کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ منازلِ قمر کے اس مکمل چکر کو دورِ قمر (Lunar Cycle) کہتے ہیں۔

منازلِ قمر کی سائنسی توجیہ یہ ہے کہ چاند، زمین کے گرد قدرے بیضوی مدار میں مخالف

گھڑی وار (Anti-clockwise) گردش کرتا ہے۔ زمین اپنے چاند سمیت سورج کے گرد مخالف گھڑی وار گردش کرتی ہے۔ چاند کی سورج کے گرد گردش کے دوران ایک مقام ایسا آتا ہے کہ سورج، زمین اور چاند اس طرح ایک سیدھ میں آجاتے ہیں کہ چاند، سورج اور زمین کے درمیان ہوتا ہے۔ اس حالت میں ایک خط سورج، چاند اور زمین کے مراکز کو ملاتا ہے۔ اس لمحے کو فلکیاتی اصطلاح میں قِرانِ شمس وقمر یا اجتماعِ شمس وقمر (Luni-solar Conjunction) کہتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجیے شکل نمبر 1) چاند سورج کی روشنی منعکس کرتا ہے، جس کی وجہ سے وہ روشن دکھائی

دیتا ہے۔ قِران کے وقت چاند کا روشن حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے اور چاند کا وہ رخ زمین کی طرف ہوتا ہے جہاں سورج کی روشنی نہیں پہنچ رہی ہوتی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قِران کے وقت چاند زمین سے دکھائی نہیں دیتا۔ اس فطری مظہر کو محاق کہا جاتا ہے جس کا لغوی مطلب ہے مٹ جانا۔ کیونکہ چاند وقتِ قِران ظاہراً آسمان سے مٹ جاتا ہے، اس لئے اس لمحے کو محاق بھی کہتے ہیں۔ (الھیئۃ الوُسطٰی: ص406-405) اس تاریک چاند کو جدید فلکیاتی اصطلاح میں نیومون کہا جاتا ہے۔ (www.en.wikipedia.org/wiki/new_moon)

چاند اور سورج مسلسل حرکت میں ہیں، ان کی رفتارِ حرکت مختلف ہونے کی وجہ سے چاند سورج سے پیچھے رہ جاتا ہے، لہٰذا محاق کے بعد چاند اور سورج کے قرص (Disks) ایک دوسرے سے الگ ہونے لگتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں چاند کے روشن حصے کا نہایت باریک کنارہ ایک قوسِ نور (Arc of Light) کی شکل میں برآمد ہو جاتا ہے۔ ابتدا میں یہ قوسِ نور اس قدر باریک

اور چھوٹی ہوتی ہے کہ زمین سے دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے نظر نہ آنے کا ایک سبب سورج کی تیز روشنی بھی ہے، جیسے چراغ کی لو سورج کی روشنی میں نظر نہیں آتی، ایسے ہی ابتدائی قوسِ نور سورج کی تیز روشنی میں نظر نہیں آتی۔ آہستہ آہستہ سورج اور چاند کا درمیانی زاویائی فاصلہ بڑھتا جاتا ہے، جس کی وجہ سے قوسِ نور بڑی اور موٹی ہونے لگتی ہے۔ چونکہ قوسِ نور سورج اور چاند کے درمیان زاویائی فاصلہ کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہے اس لئے اس کی پیائش درجاتِ زاویہ کے ذریعے کی جاتی ہے، قوسِ نور کے لئے دوسری فلکیاتی اصطلاح Luni-solar Elongation استعمال ہوتی ہے۔ جب قوسِ نور کی مقدار دس (10) درجے ہوجاتی ہے تو یہ زمین سے دکھائی دیتی ہے، اس قابلِ مشاہدہ قوسِ نور کو شرعی اصطلاح میں ہلال (New Crescent) کہتے ہیں۔ کسی مخصوص مقام سے ہلال کے دکھائی دینے کے لئے ضروری ہے کہ قوسِ نور کی مقدار دس درجے ہو اور غروبِ شمس کے وقت چاند افق سے کم از کم آٹھ (8) درجے بلند ہو۔ دنیا کے جن مقامات پر مذکورہ شرطیں پوری ہوں وہاں ہلال دکھائی دینے کا قوی امکان ہوتا ہے۔ وہ تمام علاقے جہاں ہلال دکھائی دیتا ہے، انہیں مجموعی طور پر مطلعِ قمر کہتے ہیں۔ پوری دنیا میں ہلال ایک ہی دن دکھائی نہیں دیتا، بلکہ مختلف مقامات پر مختلف دنوں میں نظر آتا ہے۔ ہلال کا اس طرح مختلف ایام میں دکھائی دینے کے مظہر کو اختلافِ مطالع کہتے ہیں۔

جوں جوں دن گزرتے ہیں قوسِ نور کی مقدار بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ یہ ایک سواسّی (180) درجے ہوجاتی ہے تو چاند بدر کی شکل میں طلوع ہوتا ہے۔ اس کے بعد قوسِ نور پھر گھٹنا شروع ہوجاتی ہے، یہاں تک کہ قوسِ نور غائب ہوجاتی ہے۔ اس لمحے دوبارہ قرانِ شمس وقمر ہوتا ہے، جو کہ عموماً قمری ماہ کی آخری تاریخ کو ہوتا ہے۔ قران کے دوران چاند اوسطاً بیس (20) گھنٹے تک زمین والوں کے لئے غائب رہتا ہے۔ تا آنکہ قوسِ نور دوبارہ دس (10) درجے ہوجائے اور نیا ہلال زمین سے دکھائی دینے لگے۔ اس طرح ایک دورِ قمر مکمل ہوجاتا ہے۔

قرآن حکیم نے اس دورِ قمر کو مختصراً ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ O (یٰسین: 39)

''اور ہم نے چاند کی منزلیں مقرر کردیں، یہاں تک کہ وہ دوبارہ کھجور کی بوسیدہ خمدار

شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔''

اَلْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْم کا لغوی مطلب کھجور کی بوسیدہ شاخ ہے جو سوکھ کر پتلی اور خمدار ہو جاتی ہے۔ اس سے مراد نیا ہلال ہے جو قمری ماہ کی پہلی رات طلوع ہوتا ہے۔(لسان العرب: ج13،ص 281) پس اسلامی قمری ماہ کی ابتدا قابلِ روٴیت، ہلال سے ہوتی ہے ناں کہ قرانِ شمس وقمر یا نیو مون سے۔

باور کر لیجئے کہ روٴیتِ ہلال نہایت اہم فقہی مسئلہ ہے جس کے بارے شرع نے واضح اور دوٹوک ہدایات فراہم کی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَھِلَّةِ قُلْ ھِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجّ (البقرۃ:189)

''(اے نبی) یہ لوگ آپ سے ہلال کے بارے پوچھتے ہیں، انہیں بتا دیجئے کہ یہ لوگوں کے لئے اور حج کے لئے مواقیت (معیارِ وقت) ہیں۔''

سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا ثعلبہ بن غنم رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ ہلال کا کیا معاملہ ہے کہ یہ دھاگے کی مانند باریک حالت سے ابتدا کرتا ہے، پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ پورا چاند طلوع ہوتا ہے، پھر گھٹتا رہتا ہے حتیٰ کہ ابتدائی حالت پر لوٹ آتا ہے، سورج کی طرح ایک حالت پر قائم نہیں رہتا؟ تب سورۃ البقرہ کی مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔(مفاتیح الغیب: ج2 ص281)

اس آیت سے پہلے رمضان المبارک کا بیان جاری ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ شَھِدَمِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْهُ (البقرۃ :185)

''تم میں سے جو کوئی (رمضان کا) مہینہ پائے، اسے چاہیے کہ وہ پورے مہینے کے روزے رکھے''

رمضان کا مہینہ پانے سے مراد رمضان کی روٴیتِ ہلال ہے، جیسا کہ شارحِ قرآن محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت کی ہے:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَ اَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ (مسند احمد: ح9365، صحیح بخاری: ح1909، صحیح مسلم: ح1081)

''ہلال دیکھ کر روزے رکھو اور ہلال دیکھ کر روزہ رکھنا موقوف کرو''

رؤیتِ ہلال سے متعلق یہ قولی حدیث حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رؤیتِ ہلال سے متعلق احادیث روایت کی ہیں، جن میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا حذیفہ بن الیمان، سیدنا انس بن مالک اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان، حج، عیدین اور دیگر قمری مہینوں کا معیارِ وقت (Time Standard) رؤیتِ ہلال ہے ناں کہ تاریک نیومون۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں ہلالِ رمضان دیکھنے کے لئے جس قدر اہتمام فرماتے تھے، اتنے تردد کے ساتھ دوسرے مہینوں کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔ (مسند احمد: ح 25676، سنن ابوداؤد: ح 2325)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ''میں نے رمضان کا ہلال دیکھا ہے''، آپ نے فرمایا ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں؟'' اس نے کہا ''جی ہاں'' پھر آپ نے فرمایا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟'' اس نے کہا ''جی ہاں'' تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے بلال! لوگوں میں منادی کردو کہ کل کا روزہ رکھیں۔ (سنن ابوداؤد: ح 2340)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے ہلال دیکھا اور میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ میں نے ہلال دیکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (سنن ابوداؤد: ح 2342)

سیدنا نافع بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب شعبان کے انتیس دن گزر جاتے تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کسی کو ہلال دیکھنے کے لئے بھیجتے تھے۔ (مسند احمد: ح 4488)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان، آپ کے اپنے عمل اور صحابہ کرامؓ کے تواترِ عملی سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی قمری مہینے کی ابتدا رؤیتِ ہلال سے ہوتی ہے، نیومون کی ولادت سے نہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رؤیتِ ہلال سے مراد محض ولادتِ ہلال نہیں بلکہ آنکھوں سے ہلال کا دیکھنا مراد ہے۔

لغاتِ قرآن کے ماہر امام حسین بن محمد راغب اصفہانی رحمہ اللہ (متوفی 507ھ) فرماتے ہیں:

اَهَلَّ الْهِلَال کے معنی (نیا) چاند نظر آنے کے ہیں (مفردات القرآن: ج 2، ص 1166)

امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر الرازی الشافعی رحمہ اللہ (متوفی 606ھ) فرماتے ہیں:

الاهلة جمع الهلال و هو اول حال القمر حين يراء الناس (مفاتیح الغیب: ج2 ص281)

''اَہِلَّۃ جمع ہے ہلال کی، یہ چاند کی پہلی حالت ہے جس کا لوگ مشاہدہ کرتے ہیں۔''

شیخ الاسلام امام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد ابن قدامہ الدمشقی الحنبلی رحمہ اللہ (متوفی 630ھ) فرماتے ہیں:

سرر الشهر آخره ليال يستسر الهلال فلا يظهره (المغنی والشرح الکبیر: ج3، ص15)

''اور قمری ماہ کی تاریک راتیں اس کے آخر میں ہوتی ہیں جب چاند چھپا رہتا ہے اور مطلق ظاہر نہیں ہوتا۔''

شیخ الاسلام امام تقی الدین ابو العباس احمد بن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ (متوفی 728ھ) فرماتے ہیں:

فالمقصود ان المواقيت حددت با مر ظاهر بيّن يشترك فيه الناس ولا يشترك الهلال فى ذالك شىء، فان اجتماع الشمس والقمر الذى هو تحاذيهما الكائن قبل الهلال: امر خفى لا يعرف الا بحساب ينفرد به بعض الناس (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ج25، ص136)

''مقصود یہ ہے کہ اوقات (قمری) کی حد بندی ایسی ظاہر و واضح شے سے کی گئی ہے جو تمام انسانوں کے لئے یکساں ہے، ہلال کے مقابلے میں کوئی شے اسکی برابری نہیں کر سکتی۔، بلاشبہ اجتماعِ شمس و قمر، جو کہ ظہورِ ہلال سے قبل واقع ہوتا ہے، ایک پوشیدہ امر ہے جسے ایسے حساب کے ذریعے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے جو چند لوگوں کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہوتا۔''

امام عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی رحمہ اللہ (متوفی 711ھ) فرماتے ہیں:

و یثبت رمضان برؤیة ھلالہ (کنزالدقائق:ص67)

''رمضان کامہینہ رؤیتِ ہلال سے ثابت ہوتا ہے۔''

امام ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد القرطبی المالکی رحمہ اللہ(متوفی 595ھ)فرماتے ہیں:

و علی ان اعتبار فی تحدید شھر رمضان انما ھو الرؤیة(بدایۃ المجتھد:ج1،ص207)

''رمضان المبارک کی تحدید کے لئے اصل اعتبار صرف رؤیتِ ہلال کا ہے''

غرض اسلامی قمری مہینے کا آغاز ہلالِ مشہودہ سے ہوتا ہے ناں کہ نیومون جیسے پوشیدہ مظہر سے۔نیومون دن رات(چوبیس گھنٹوں)میں سے کسی بھی لمحے واقع ہوسکتا ہے،اس لئے اس کی حد بندی ممکن نہیں کہ فلاں وقت نیومون پیدا ہوجائے تو قمری مہینہ شروع کیا جاسکتا ہے۔یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے جس کا انکار نیومون سسٹم کے حامی بھی نہیں کر سکتے۔اس کے برعکس اسلامی قمری مہینے کا آغاز غروبِ آفتاب سے ہوتا ہے،بشرط یہ کہ طلوعِ فجر سے پہلے ہلال دکھائی دے جائے۔جبکہ نیومون سسٹم میں دن کی ابتدا کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا جاسکتا۔جو لوگ دن کے بارہ بجے یا رات کے بارہ بجے سے دن کا آغاز مانتے ہیں،وہ شرعِ اسلام سے ناواقف ہیں۔اگر دن کے بارہ بجے سے نئے دن کی ابتدا تسلیم کی جائے تو آدھا روزہ ایک دن میں ہوگا اور آدھا دوسرے دن میں،اسی طرح رات کے بارہ بجے سے دن کی ابتدا مانی جائے تو نصف لیلۃ القدر ایک دن میں شامل ہوگی اور نصف دوسرے دن میں۔ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں عقلِ صریح اور شرعِ مبین کے منافی ہیں۔یہی معاملہ ایامِ حج اور دیگر عبادات میں پیش آئے گا جو کہ بداہتاً غلط ہے۔

یہ بدیہی حقیقت ہے کہ قرانِ شمس وقمر کے سبب اسی دن سورج گرہن لگتا ہے،سورج گرہن کبھی جزوی ہوتا ہے کبھی کلّی۔ہجرت کے بعد نبی ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے دوران مدینہ منورہ میں تین مرتبہ سورج گرہن لگا۔ایک بار جزوی طور پر اور دوبار کلی طور پر۔مگر نبی ﷺ نے کبھی سورج گرہن کے دن(نیومون)سے قمری مہینے کا آغاز نہیں کیا۔تینوں گرہنوں کی تفصیل حسبِ ذیل ہے جو امریکی خلائی ادارے ناسا کی ویب سائٹ(www.eclipse.gsfc.nasa.gov)سے حاصل کی گئی ہے،جبکہ وقت کا تعین سعودی عرب کے سٹینڈرڈ ٹائم(+3)کے مطابق کیا گیا ہے:

قمری تاریخ	عیسوی تاریخ	دن	آغاز گرہن	اختتام گرہن
28 ذوالقعدہ 5ھ	21/ اپریل 627ء	منگل	10.31	11.22
29 جمادی اولیٰ 7ھ	3/ اکتوبر 628ء	سوموار	6.00	7.00
29 شوال 10ھ	27 جنوری 632ء	سوموار	7.16	9.54

رؤیتِ ہلال کے ضمن میں دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ رؤیت ہلال کے لئے اختلافِ مطالع شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟ یعنی پہلے دن نظر آنے والا ہلال ساری امت کے لئے کافی ہے یا ہر علاقے کے لوگ اپنے ہاں ہلال نظر آنے کا انتظار کریں گے؟ اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ساری امت کے لئے ایک ہی متفقہ قمری تقویم کافی ہے یا ہر علاقے کی جداگانہ قمری تقویم ہونا چاہیے؟

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی (80۔150ھ)، امام ابوعبداللہ مالک بن انس المدنی (93۔179ھ)، امام ابوالحارث اللیث بن سعد المصری (94۔175ھ)، امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی البغدادی (164۔241ھ) رحمہم اللہ کا مسلک مختار یہ ہے کہ اگر دنیا کے کسی ایک علاقے میں ہلال نظر آجائے تو وہ تمام امتِ مسلمہ کے لئے کافی ہے، اس سلسلے میں اختلافِ مطالع معتبر نہیں۔

امام عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی رحمہ اللہ (متوفی 711ھ) فرماتے ہیں:

و لا عبرة لاختلاف المطالع (کنز الدقائق: ص 67)

''اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔''

اس قول کے حاشیہ میں مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ای اذا رای الھلال اھل بلدة یلزم ذٰلك اھل بلدة اخریٰ فی ظاھر الروایة مطلقاً سواء کان بین البلدتین تفاوت او لا و علیه الفتویٰ (ایضاً)

''یعنی جب ایک شہر کے باشندگان ہلال دیکھ لیں تو دوسرے شہر کے باشندگان پر اس کی اتباع لازم ہو جاتی ہے۔ خواہ ان شہروں کے مابین فاصلہ ہو یا نہ ہو، یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہری روایت ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔''

امام ابوالولید محمد بن رشد القرطبی المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فاما مالك فان ابن القاسم والمصريين رووا عنه انه اذا ثبت عند اهل بلد أن اهل بلد اٰخر راوا لهلال أن عليهم قضا ذٰلك اليوم الذى افطروه و صامه غيرهم و به قال الشافعى و احمد (بدایۃ المجتہد: ج1،ص210)

''جہاں تک امام مالک بن انس رحمہ اللہ کا تعلق ہے تو امام ابن القاسم المالکیؒ اور مصری علماء ان سے روایت کرتے ہیں کہ جب ایک شہر کے باشندگان پر ثابت ہو جائے کہ دوسرے شہر والوں نے ان سے پہلے ہلال دیکھ لیا تھا تو ان پر اس دن کی قضا لازم ہے جس کا روزہ انہوں نے نہیں رکھا، جبکہ دوسرے شہر والوں نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ امام محمد بن ادریس الشافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا بھی یہی مؤقف ہے۔''

شیخ الاسلام امام موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ الدمشقی الحنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

واذا رأى الهلال اهل بلد لزم جميع البلاد الصوم

''جب ایک شہر کے باشندگان ہلال دیکھ لیں تو تمام شہروں کے باشندگان پر روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے۔'' (المغنی والشرح الکبیر: ج3 ص7)

شیخ الاسلام امام ابوالعباس احمد بن تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فالضابط أن مدار الامر على البلوغ لقوله "صوموا لرؤيته" فمن بلغه أنه رؤى ثبت فى حقه من غير تحديد بمسافة اصلا (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ج25،ص107)

''نبی ﷺ کے فرمان (ہلال دیکھ کر روزہ رکھو) کی بنیاد پر ضابطہ یہ ہے کہ اصل مدار، رؤیتِ ہلال کی اطلاع پہنچنے پر ہے، پس جس شخص تک یہ اطلاع پہنچ گئی کہ ہلال نظر آ گیا ہے، اس کے حق میں ہلال ثابت ہو گیا۔ اس سلسلے میں مسافت و فاصلہ کی کوئی حد مقرر نہیں۔''

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ مزید فرماتے ہیں:

فاذا شهد شاهد ليلة الثلاثين من شعبان انه رآه بمكان من امكنة قريب او بعيد وجب الصوم (ایضاً،ص105)

''جب شعبان کی تیسویں رات گواہی دینے والا گواہی دے کہ اس نے کسی ایک مقام پر ہلال دیکھا ہے، خواہ یہ مقام قریب ہو یا دور، تو روزہ فرض ہو گیا''

امام منصور بن یونس البہوتی الحنبلی رحمہ اللہ (متوفی 1051ھ) فرماتے ہیں:

واذا رآى اهل بلد اى متى ثبت رؤيت ببلد لزم الناس كلهم الصوم لقول ﷺ: صوموا لرؤيته، و هو خطاب للامة كافة (الروض المربع:ص188)

''جب ایک شہر کے باشندگان ہلال دیکھ لیں یعنی ایک شہر میں رؤیتِ ہلال ثابت ہو جائے تو تمام لوگوں پر روزہ واجب ہو جاتا ہے، نبی ﷺ کے اس فرمان (ہلال دیکھ روزہ رکھو) کی وجہ سے، یہ خطاب ساری امت کے لئے ہے۔''

فضیلۃ الشیخ ابراہیم بن محمد بن سالم بن ضویان النجدی حنبلی رحمہ اللہ (متوفی 1353ھ) فرماتے ہیں:

يجب صوم رمضان برؤية هلاله على جميع الناس لقوله تعالى فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (منار السبیل: ج1،ص217)

''اللہ تعالیٰ کے فرمان (تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اسے چاہیے کہ وہ پورے مہینے کے روزے رکھے) سے ثابت ہوتا ہے کہ رمضان کا ہلال نظر آجائے تو سب لوگوں پر رمضان کے روزے فرض ہو جاتے ہیں''

فقہائے امت کے مذکورہ اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ جب دنیا میں ایک مقام پر رؤیتِ ہلال ثابت ہو جائے تو وہ ساری امت کے لئے کافی ہے، ہر علاقے کے مسلمانوں کو اپنے علاقے میں ہلال نظر آنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ چنانچہ عالمگیر امت کے لئے ایک ہی متفقہ عالمگیر قمری تقویم ضروری ہے۔ ان اقوال میں جن دلائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ سابقہ سطور میں گزر چکے ہیں لہٰذا ان کی تکرار کی ضرورت نہیں۔ تاہم ایک مزید دلیل اتمامِ حجت کے لئے بیان کیے دیتے ہیں:

سیدنا ربعی بن حراش رحمہ اللہ (تابعی) اصحاب رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ایسا ہوا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رمضان لمبارک کا تیسواں روزہ

رکھا ہوا تھا۔ اسی روز مدینہ کے باہر سے دو اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے پچھلی شام ہلال دیکھا تھا۔ اس پر نبی ﷺ نے حکم دیا کہ روزہ توڑ دو اور کل صبح عید کے لئے نکلو۔ (مسند احمد: ح19029، 23457، سنن ابوداؤد: ح2339)

سیدنا انس بن مالک ؓ کی روایت میں صراحت ہے کہ مدینہ میں آنے والے مذکورہ اعرابی مسافر تھے، جو کسی دور دراز علاقے سے سوار ہو کر آئے تھے۔ (نیل الاوطار: ج4، ص213 بحوالہ مسند احمد وصحیح ابن حبان)

یہ حدیثِ صحیح، اختلافِ مطالع کو رد کرنے کے لئے صریح نص ہے اور ثابت کرتی ہے کہ ہر علاقے کے لئے جداگانہ تقویم کا تصور صریحاً غلط ہے۔ آج امتِ مسلمہ میں رمضان المبارک اور عیدین کے حوالے سے جو اختلاف وانتشار پایا جاتا ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے شریعت کی اصل تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا ہے اور علاقائی وگروہی تعصّبات کے سبب خالص دینی معاملے کو فانی وحقیر سیاسی مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ حد یہ ہے کہ پاکستان جیسے محدود قلیل رقبے کے حامل ملک میں تین دن عید پڑھی جاتی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تین مختلف ومتواتر دنوں میں ایک ہی قمری تاریخ ہو؟ عقلاً وشرعاً ایسا ہونا محال ہے، پھر علمائے حق، دین کے ساتھ اس صریح مذاق پر خاموش کیوں ہیں؟

کہا جاتا ہے کہ امام محمد بن ادریس الشافعی المکی رحمہ اللہ (150۔204ھ) اور ان کے کئی اصحاب، اختلافِ مطالع کے معتبر ہونے کے قائل ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں، جن میں سے ایک قول جمہور امت کے موافق ہے، جیسا کہ بدایۃ المجتہد کے حوالہ سے اوپر مذکور ہے، ہاں ان کے بعض اصحاب اختلافِ مطالع کے معتبر ہونے کے ضرور قائل ہیں۔ کما قال ابن قدامہ الحنبلیؒ (المغنی والشرح الکبیر: ج3، ص7) امتِ مسلمہ کے اجتماعی مسائل میں ایسی شاذ رائے قابلِ اعتنا نہیں۔ قرآن وسنت کے دلائل اور فقہائے امت کے مذکورہ بالا اقوال سے واضح ہے کہ اقرب الی الحق رائے جمہور امت کی ہے اور اختلافِ مطالع کے اعتبار کا قول خطا پر مبنی ہے، جس کی کوئی صریح عقلی وشرعی دلیل موجود نہیں۔ اگر اختلافِ مطالع کو معتبر تسلیم کر لیا جائے تو وہ کونسی عقلی اور شرعی دلیل ہے جس کے ذریعے مطالعِ قمر کی حد بندی کی

جا سکے؟ سابقہ سطور میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ مطلعِ قمر ہر ماہ تبدیل ہوتا ہے، لہٰذا اسے کسی ایک خطے کے ساتھ مقید نہیں کیا جا سکتا۔ امتِ واحدہ، پچاس سے زائد سیاسی وحدتوں میں تقسیم ہو چکی ہے، مگر ان مسلم ممالک کی موجودہ سیاسی حدود کی کوئی غیر متغیر و مستقل حیثیت نہیں، وقت کے ساتھ ان میں تبدیلی ہوتی رہی ہے اور آئندہ بھی تبدیلی کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا۔ پھر وہ کونسی شےء ہے جس کی بنیاد پر مطالع کی حد بندی کی جائے؟ اختلافِ مطالع کے اعتبار کے قائل بعض علماء نے مسافتِ قصر اور بعض نے اقالیم (قدیم صوبے) کی حدود کو مطالع کی حد بندی کے لئے مناسب گردانا، حالانکہ ان دونوں تجاویز کی بنیاد کوئی عقلی و شرعی دلیل نہیں۔ شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ الحنبلی رحمہ اللہ ان تجاویز کے بارے فرماتے ہیں:

و کلاھما ضعیف فان مسافۃ القصر لا تعلق لھا با لھلال و اما الاقالیم فما حدد ذٰلك؟ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ: ج25، ص104)

''یہ دونوں تجاویز بودی ہیں، یقیناً مسافتِ قصر کا ہلال سے کوئی تعلق ہی نہیں، رہے اقالیم تو ان کی حدود کیا ہوں گی؟''

اقالیم اسلامیہ کی حدود مختلف ادوار میں مختلف رہی ہیں اور ان حدود کا مطالع قمر سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ مطالع تو ہر ماہ بدلتے رہتے ہیں۔ غرض مطالع کی مستقل حدود کا تعین کسی طرح بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ان حدود کا تعین کیا جائے گا تو وہ صراحتاً غلط ہوگا۔ پس ثابت ہوا کہ اختلافِ مطالع کے اعتبار کی کوئی عقلی و شرعی دلیل نہیں ہے۔

دوسرا اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ امتِ واحدہ کے پچاس سے زائد خود مختار سیاسی وحدتوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے اختلافِ مطالع کا اعتبار کیے بغیر چارہ نہیں، جب تک خلافت قائم نہیں ہو جاتی، کسی ایک علاقے کی رؤیت کی بنا پر رؤیتِ ہلال کا متفقہ فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ استدلال نہایت کمزور اور بے وزن ہے۔ اگر امتِ مسلمہ کے جید علماء ایکا کر لیں کہ وہ اصل حکمِ شرعی کے مطابق ایک متفقہ قمری تقویم اپنائیں گے، تو کونسی قوت ہے جو انہیں اس نیک ارادے سے باز رکھ سکے؟ کیا علاقائی رؤیت کا اعلان کرنے والے انہی علماء میں سے نہیں ہیں؟ کیا وہ احکام جو خلافت سے متعلق ہیں، قیامِ خلافت تک معلق و معطل رکھے جائیں گے؟ مثلاً نظامِ صلوٰۃ، نظامِ

زکوۃ، نظامِ حج، نظامِ جہاد اور نظامِ امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ قیامِ خلافت تک معطل رہیں گے؟ اگر یہ سب احکامِ شرع معطل نہیں کیے جاسکتے، تو ایک ہی دن عیدیں منانے اور ایک ہی دن رمضان کا آغاز کرنے کے حکم کو ہی کیوں معطل کیا جائے؟ حقیقت یہ ہے کہ آج جدید سیٹلائٹ ٹیکنالوجی اور کمپیوٹر پروگرامز کی موجودگی میں متفقہ قمری تقویم اپنانا جس قدر سہل ہے، ماضی میں اس حکمِ شرع پر عمل کرنے میں اس قدر سہولت نہ تھی۔ پھر بھی ہمارے اسلاف نے اس حکم پر عمل کر کے دکھایا، آخر آج کیوں نہیں؟

تیسرا اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ کرہ ارض پر کسی بھی مخصوص وقت پر ہمیشہ دو دن ہوتے ہیں، مثلاً نصف کرہ شرقی میں جمعہ اور نصف کرہ غربی میں جمعرات۔ لہٰذا اہلِ اسلام ایک ہی دن عیدیں منا سکتے ہیں نہ ایک ہی دن روزے رکھ سکتے ہیں۔ اس اشکال کا سبب جغرافیہ سے ناواقفیت ہے۔ یہ درست ہے کہ کرہ ارض پر ایک ہی وقت پر دو مختلف دن ہوتے ہیں، جس کا اصل سبب زمین کی کروی شکل اور اس کی محوری حرکت ہے۔ دراصل مشرق میں دن پہلے طلوع ہوتا ہے اور مغرب میں بعد میں۔ جب مغرب میں ایک دن کا سورج غروب ہو رہا ہوتا ہے، اسی لمحے مشرق میں اگلا دن طلوع ہو رہا ہوتا ہے۔ تاہم اس کے باوجود دنیا میں کسی بھی مقام پر ایک ہی دن میں دو مختلف شمسی تاریخیں نہیں ہوتیں۔ یہ تو ہوتا ہے کہ مشرق میں جمعہ کو پانچ جنوری ہے تو مغرب میں جمعرات کو چار جنوری۔ یہ نہیں ہوتا کہ دنیا کے کچھ مقامات پر جمعہ کو چار تاریخ ہو اور کچھ مقامات پر جمعہ کو ہی پانچ تاریخ ہو۔ بعینہٖ قمری تقویم میں بھی اصولاً ایسا نہیں ہوسکتا کہ جمعہ کو کچھ مقامات پر یکم شوال ہو، کچھ مقامات پر انتیس رمضان ہو اور کچھ مقامات پر تیس رمضان۔ ایسا ماننا بداہتاً غلط ہے اور دین کا مذاق اڑانے کے لئے جواز فراہم کرنا ہے۔ پس کرّۂ ارض پر مشرق و مغرب میں ایک ہی وقت میں دو مختلف دن اور مختلف تاریخوں کا ہونا اور شئے ہے، جبکہ ایک ہی دن دو یا تین مختلف تاریخوں کا ہونا اس سے بالکل متغائر ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

رہی یہ بات کہ متفقہ قمری تقویم اپنانے کی عملی صورت کیا ہوسکتی ہے؟ اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ مکۃ المکرّمہ کرہ ارض کا جغرافیائی مرکز اور امتِ مسلمہ کا قبلہ و روحانی مرکز ہے۔ یہاں دنیا کا سب سے بلند کلاک ٹاور تعمیر کیا گیا ہے، مکہ کلاک ٹاور کی سب سے اوپر والی منزل پر پہلے سے

رؤیتِ ہلال کا مرکزی دفتر قائم ہے۔ دنیا کے تمام ممالک میں اہلِ اسلام کی مجالسِ رؤیتِ ہلال بھی پہلے سے کام کر رہی ہیں، جہاں ایسی مجلس موجود نہیں وہاں بنائی جا سکتی ہے۔ ان تمام ممالک کی مجالسِ رؤیتِ ہلال کے مکمل کوائف مکہ کی مرکزی مجلسِ رؤیتِ ہلال کے پاس کمپیوٹر میں فیڈ کیے ہوں، تاکہ منٹوں میں ان کی پڑتال کی جا سکے اور کسی بھی قسم کی دھوکہ دہی سے بچا جا سکے۔ تمام مجالس، رؤیتِ ہلال کے بارے اپنی رپورٹیں مرکزی مجلس کو انٹرنیٹ پر نیٹ میٹنگ اور ای میل کے ذریعے، نیز فیکس کے ذریعے تصدیق شدہ دستاویزات کی شکل میں ارسال کریں۔ جب دنیا کے کسی علاقے میں ہلال نظر آنے کی مصدقہ شہادتیں مل جائیں تو مرکزی مجلسِ رؤیتِ ہلال مکہ مکرمہ، ٹی وی اور انٹرنیٹ پر اس کا اعلان کر دے۔ یوں امتِ مسلمہ ایک ہی دن روزے رکھنے کا آغاز کرنے اور ایک ہی دن عیدیں منانے کے قابل ہو جائے گی۔ اس بارے مزید تفصیلات جاننے کیلئے ہمارا بلاگ ملاحظہ کیجیے: www.muslimcalendar.wordpress.com

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کو اتفاق واتحاد کا اصول اپنانے اور تمام گروہی و علاقائی تعصّبات ترک کر کے فی الواقع امتِ واحدہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں۔ اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔ (ادارہ)

صہیونیت کا عالمی سلطنت کا خواب
چھ صدیوں کی پیش رفت کا حاصل

انجینئر مختار فاروقی

صہیونیت نے اپنے دل کے ارمانوں اور مستقبل کے سہانے خوابوں کی تعبیر کے لئے ہر طرح کے جتن کیے ہیں۔ حتیٰ کہ ہر جائز ناجائز حربہ بھی استعمال کیا ہے۔ ہر اخلاقی تعلیم کا خون کیا ہے۔ ہر آسمانی ہدایت کو پامال کیا ہے۔ ہر خیر و خوبی کا راستہ روکا ہے۔ ہر داعی حق اور مصلح کو راستے سے ہٹانے کی سعی کی ہے۔ ہر اس شخص کا سہارا لیا ہے جو اُن کے مقاصد کے حصول میں ممد و معاون ہوسکتا تھا۔ ہر گروہ، برادری اور قوم کی کاسہ لیسی اور خوشامد کی ہے جو بزعم خویش ان کو مناسب تحفظ دے سکتی تھی۔ ہر اقتدار اور بادشاہ کے مصاحب بننے اور ہمدرد بننے کے جتن کیے ہیں تاکہ اپنے مشن کی تکمیل کی راہ ہموار ہو سکے۔ ہر مقتدر بادشاہ اور غالب حکمران سے مراعات لی ہیں اور بعدازاں اُسی محسن کے پاؤں جما لینے پر یا صہیونیت کے مذموم مقاصد پر متنبہ ہونے کے خدشے پر اس کا تختہ اُلٹنے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ اپنے محسنوں سے غداری، بے وفائی، وقت آنے (موقع ملنے) پر ایسا بے رحم رویہ اپنایا ہے کہ انسانیت تو کیا درندوں نے بھی الامان الامان پکارا ہے۔

تاریخ انسانی کے چار ہزار سالوں کے واقعات کی ورق گردانی سے اس ننگ انسانیت گروہ کے خدوخال واضح ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا یہ بگڑا ہوا گروہ' حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا نام لیوا ہے، آسمانی شریعت کا علمبردار ہونے کا دعویدار ہے مگر اسی گروہ نے قتل انبیاء (علیہم السلام) جیسے جرائم سے اپنے دامن کو داغدار کر رکھا ہے۔ تورات، زبور اور انجیل کے ماننے والے ہیں مگر

خدا بیزاری اور دین دشمنی کے پرچارک ہیں۔

پندرھویں صدی عیسوی میں اس گروہ نے اُندلس (جس کا نام بدل کر پہلے ہسپانیہ کیا گیا اور پھر سپین کر دیا گیا تاکہ مسلم نوجوان تاریخ میں اُندلس میں مسلمانوں کے عروج کے حالات پڑھے تو اُسے دورِ حاضر میں اس نام کا کوئی ملک دنیا کے نقشے میں نظر نہ آئے) میں مسلم حکومت کے زیرِ سایہ کئی صدیاں سکون سے گزاریں اور مستقبل کے نقشے بنائے اُسی سلطنت کو ختم کرنے کے درپے ہوئے تو 1492ء میں مسلم اقتدار کا خاتمہ ہو گیا اور سقوطِ غرناطہ کا جانکاہ واقعہ پیش آ گیا۔

یہ قدرتِ خداوندی ہے کہ اس صہیونی منصوبے کے توڑ کے لیے 1453ء میں قسطنطنیہ میں رومی اقتدار کا خاتمہ کر کے سلطان محمد فاتح نے یہاں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا جس سے یورپ میں اسلام کے داخلے کا مشرقی راستہ کھل گیا اور مسلمان جلد ہی فرانس میں پیرس کے قریب پہنچ گئے۔ سپین میں مسلمانوں سے سائنس اور دیگر عصری علوم سیکھ کر یورپ نے ترقی کی شاہراہ پر قدم رکھا تو یہود نے اس احیائی تحریک کو ہائی جیک (HI-JACK) کر کے اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے ہر ممکن طریقے سے استعمال کیا۔

صہیونیت کے اس منصوبے کی کامیابیوں کے اہم نقوش درج ذیل ہیں:

(1) ☆ خدا بیزاری اور دین دشمنی کے جذبات کے تحت اس گروہ نے سائنسدانوں اور عیسائی مذہبی قیادت (پوپ) کو لڑا دیا۔ سائنسی ایجادات کرنے والوں کو سزائیں دلوائیں اور یوں بہانہ بنا کر 'مذہب اور ریاست' کی علیحدگی کا راستہ ہموار کر لیا۔ جس سے صہیونیت کو اپنے شیطانی مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے سازگار ماحول مل گیا۔

☆ صہیونیت کو اپنے مقاصد کو آگے بڑھانے کے لئے بے پناہ وسائل کی ضرورت بھی تھی اور عالمی حکومت کا خواب بھی سامنے تھا۔ یہودیت اور عیسائیت میں (اور اسلام میں بھی) سود کے حرام ہونے کے باوجود عیسائیت میں ایک آزاد خیال (LIBERALS) گروہ کھڑا کیا، جو خدا کو مانے بغیر، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے بغیر، بائبل پہ عمل کئے بغیر، عیسائی تھے مگر عمل میں ہر طرح سے آزاد۔ اس گروہ کو PROTESTANTS کا نام دیا گیا اور اس کے ذریعے حالات کے تقاضے کے طور پر 'سود' کو حلال کر دیا گیا جس کے بعد بنک آف انگلینڈ وجود میں آیا یوں سود کا پیسہ چند ہاتھوں میں مرتکز

ہونے لگا۔ وسائل یہودیوں کے ہاتھ میں آ گئے۔ یہ پروٹسٹنٹ گروہ یہود ہی کا آلہ کار تھا۔

☆ پروٹسٹنٹ نظریات کے فروغ کے ماحول میں جب ریاست اور مذہب کی جدائی ہوگئی اور انفرادی اور اجتماعی زندگی میں مذہب یعنی اخلاقیات کی گرفت ختم ہوگئی تو ایک طرح سے خلا پیدا ہوگیا۔ ہر قوم ہر ملک اور ہر اجتماعیت کے لئے مابعد الطبعیاتی نظریات ایک ضرورت ہے لہٰذا صہیونیت نے آسمانی شریعت کے علمبردار ہونے کے باوجود صدیوں پہلے کے تیار کردہ 'بت' تاریخ کے قبرستان سے نکال کر دوبارہ درسگاہوں، یونیورسٹیوں میں نصب کر دیے۔ یعنی یونانی فلاسفہ کے افکار و نظریات کو مذہب کی جگہ دے دی گئی۔ ارسطو کی استخراجی منطق کو ایسا چڑھایا کہ اس کے نظریات ہر طرف چھا گئے۔ خود ارسطو کی ناپاک روح بھی ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی کہ مذہب کے ماننے یہودی اور عیسائی میرے نظریات کے فروغ میں آگے آگے ہیں۔ مگر گزشتہ پانچ صدیوں سے دنیا یہ تماشا دیکھ رہی ہے۔

☆ صہیونیت کے خواب 'عالمی ریاست کے قیام' کے لئے یورپی اقوام تو 'پنجۂ یہود' میں تھیں تاہم اس کے لئے آدم کی خودشناسی اور خودنگری کے لیے لادینی نظریات کا یہ 'لالی پاپ' ضروری تھا۔ سترھویں صدی عیسوی میں یورپی اقوام نے یورپ سے نکل کر سمندری راستوں سے تمام معلوم دنیا کو گھیر لیا اور جہاں جہاں ملکوں پر قبضہ جمایا ایسا بے رحمانہ اور ظالمانہ تشدد کیا کہ الامان الحفیظ۔ 'تہذیبوں کا تصادم' (CLASH OF CIVILISATIONS) نامی کتاب کا عیسائی مغربی مصنف تسلیم کیے بغیر نہیں رہ سکا کہ یورپی اقوام نے یہ عالمی تسلط بے پناہ تشدد سے حاصل کیا تھا جس کو محکوم اقوام کبھی فراموش نہیں کر سکتیں (صفحہ 42)۔

اس عالمی حکومت کے لئے جب آسمانی قانون (DIVINE LAW) کے انکار سے ایک خلا پیدا ہوا تو صہیونی دماغوں نے رومی بادشاہوں کے قوانین کو رائج کر دیا جو دنیا بھر کے حکومتی قوانین میں ظالمانہ اور سفاکانہ مشہور ہیں۔ (معلومات کے لیے انٹرنیٹ پر ROMAN EMPIRE، TORTURE اور TORTURE TOOLS کے نام سے SEARCH کریں اور تفصیلات دیکھیں تو آپ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی) یہ قانون یورپی مقبوضات میں پورے ریاستی جبر کے ساتھ نافذ کیا گیا اور ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے (اگرچہ وقت کے

ساتھ یورپی اقوام نے اپنے ہاں ان قوانین میں ترامیم کر کے ان کو کافی حد تک نرم کرلیا۔

☆ یورپی اقوام اپنے ملکوں میں عوامی سطح پر صہیونی ایجنڈا کو آگے بڑھانے کے لئے نکلیں تو فطرتِ انسانی آڑے آگئی اور معدودے چند ایسے داعیان (PREACHERS & REFORMERS) بھی سامنے آگئے جوان کے شیطانی عزائم کے آگے دیوار بن گئے۔

اس مرحلہ پر صہیونیت نے بالارادہ ایسے نظریات کو فروغ دیا بلکہ جنم دیا جو نہایت سست رفتاری سے ہی سہی مگر کامیابی کے ساتھ عوام کو اخلاق باختہ، بے ضمیر، بے حیا ہر ضابطے اور قانون سے آزاد بنانے میں ممد ومعاون ثابت ہوئے۔

(الف) پہلے ڈارون (1809ء-1882ء) آیا جس نے سائنسی انداز میں ایسا نظریہ دیا کہ انسان بندر کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ یہ رائے تو پہلے بھی دنیا میں شاید موجود ہو مگر صہیونیت نے اس کو داخل نصاب کر کے ایسا فروغ دیا کہ ہر بچے کے ذہن میں بٹھا دیا کہ وہ حیوان محض ہے۔

(ب) دوسری کڑی یہ سامنے آئی کہ سگمنڈ فرائڈ (1856ء-1939ء) نے انسان کو بس 'جنسی حیوان' ثابت کر دیا جس کے لئے جب حیوانوں میں کوئی ضابطہ، کوئی قانون، کوئی شرم، کوئی لباس، کوئی محرم رشتہ داریاں یا نکاح طلاق کے قوانین نہیں تو انسان کیوں ان پابندیوں کا قیدی بنا رہے لہٰذا مغربی انسان اس لحاظ سے ہر 'بند' سے آزاد ہو گیا۔ آج مغرب میں 'آزادی' کا دراصل یہی مطلب ہے اور امریکہ میں نیویارک کے پاس نصب 'آزادی کا مجسمہ' بھی اسی قسم کی 'ناپاک' آزادی کا SYMBOL ہے۔

(ج) اس سے قبل کارل مارکس (1818ء-1883ء) کے نظریات آ چکے تھے۔ روس میں بالشویک انقلاب نے انسان کو ایک معاشی حیوان اور بطن وفرج کا پجاری ثابت کر دیا تھا۔

(د) اس راستے کی ایک رکاوٹ ان نظریات کے فروغ کے ذرائع کا فقدان تھا جس کی کمی کو ایک مشنری جذبے کے ساتھ آگے بڑھائی گئی ایجادات نے پورا کر دیا۔ وہ سلسلہ ایجادات یہ ہے:

کیمرہ B/W (1685ء)، بجلی کا بلب (1880ء)، سینما کی فلمیں (1892ء)، آواز والی فلمیں (1905ء)، ٹیلی ویژن B/W (1925ء)، کلر ٹیلی ویژن (1953ء)، کلر کیمرہ، ویڈیو فلمیں، ویڈیو پلیئر، کیبل ٹی وی، کمپیوٹر، CD، کمپیوٹر انٹرنیٹ فلمیں، موبائل فون، موبائل

انٹرنیٹ، لیپ ٹاپ کمپیوٹرز وغیرہ وغیرہ۔

اب سب ایجادات سے صہیونیت نے انسان کو مذہب اور اخلاق سے سراسر دور کر دیا اور مغرب کا انسان MORALLESS اور VALUELESS انسان یا محض حیوان بن گیا ہے۔ اخلاق، شرم وحیاء، لباس، نکاح، گھر گرہستی کی زندگی قصۂ ماضی بن گیا۔ اسقاطِ حمل عام ہوگیا اور مغربی معاشرے حیوانی معاشرے بن گئے۔

1998ء میں امریکی اعلیٰ عدالت کے ایک ریٹائرڈ جج (رابرٹ ایچ-بارک) نے کتاب لکھی جس کا نام تھا SLOUCHING TOWARDS GOMORRAH یعنی امریکی معاشرہ قومِ لوط (علیہ السلام) کے انجام کی طرف تیزی سے لڑھک رہا ہے۔ اس سے آپ صہیونیت کے زیر اثر پروان چڑھنے والے معاشروں کی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ اب تو تمام ممالک ایک گاؤں کے گھروں کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اور ہر ملک کی ELITE کلاس اسی طرز کے مغربی رنگ میں رنگی جا چکی ہے اور آج کے جدید تعلیم یافتہ انسانوں کی اکثریت حیوان بن کر زندگی گزار رہی ہے۔

(2) ☆ مذہب، اخلاق اور ضمیر کے بندھنوں سے آزاد بطن و فرج کے پجاری مغربی معاشروں میں مذہبی ہونا اور FUNDAMENTALIST کہلانا گویا دہشت گرد کہلانا ہے۔ اور اب یہ ایک قسم کی گالی ہے۔ انسانوں کے اس سطح پر اُتر جانے کے بعد صہیونیت نے اگلا قدم یہ اُٹھایا ہے کہ تمام ممالک کی معیشت کو جو پہلے سودی قرضوں اور بنکوں کے نظام میں جکڑی ہوئی تھی اس کو انشورنس، سٹہ، جوا اور سٹاک مارکیٹ کے نام سے مزید جکڑ لیا۔ اس سے آگے بڑھ کر ملکوں کو بھی IMF اور WOLRD BANK کے ذریعے بھاری سودی قرضوں میں جکڑ لیا۔ MEGA PROJECTS کے نام پر یہ قرضے کبھی ادا نہیں ہوتے اور قوموں کے وسائل پر ان صہیونی بنکاروں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ آج کی معلوم دنیا میں کم وبیش غیر ترقی یافتہ تمام ممالک ترقی یافتہ ممالک کے مقروض ہیں یا عالمی مالیاتی اداروں کے مقروض ہیں۔ حتیٰ کہ امریکہ خود جولائی 2011ء تک 15000 بلین ڈالرز کا مقروض ملک تھا اور یہ قرضہ صہیونی بنکرز ہی کا ہے اب تک اس میں غالباً 2000 بلین ڈالرز کا اضافہ ہو چکا ہوگا۔ (واللہ اعلم)

(3) اسی طرح صہیونیت نے تمام حکومتوں اور ان ممالک کی صنعتی پیداوار

(INDUSTRIAL PRODUCTION) یعنی صنعتی اداروں کو اپنے قابو میں کرلیا ہے اور ان کا کنٹرول بھی ان کے ہاتھ میں چلا گیا ہے۔

اس ضمن میں ایک اور خوفناک پیشرفت یہ ہوئی کہ صہیونی دماغوں نے WTO (WORLD TRADE ORGANISATION) کے نام سے ایک ادارہ بنایا اور NEW WORLD ORDER کے عنوان سے اپنی عالمی حکومت کے قیام کا منصوبہ پیش کردیا۔ اس سلسلے میں عالمی سطح کے صنعتی معیارات کو ISO کے نام سے کنٹرول کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور دنیا کے صنعتی اداروں کو اپنا صنعتی مال، خام مال، طریقہ کار وغیرہ کو شفاف بنانے کے نام پر ایک درجہ بندی اور ISO سرٹیفکیٹ کے حصول کا پابند بنادیا گیا جس سے ہر صنعتی ادارے سے ہزاروں ڈالر کی رقم خود بخود صہیونی اداروں میں منتقل ہونا شروع ہوگئی۔ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ آج کی ساری عالمی انڈسٹری صہیونی بنکاروں، عالمی مالیاتی اداروں اور ISO کے کنٹرول میں ہے۔

(4) کئی صدیوں سے زرعی شعبہ اس صہیونی گرفت سے آزاد چلا آرہا تھا اور یہ چیز صہیونی منصوبہ سازوں کے لئے سوہانِ روح تھی اور ان کے عالمی حکومت بنانے کے راستے میں بہت بڑی چٹان کے حیثیت سے حائل تھی۔ تاہم گزشتہ چند دہائیوں میں اس ضمن میں چند شاندار کامیابیاں (BREAK THRU) حاصل ہوگئی ہیں اور اب اس شعبہ زندگی میں بھی صہیونی عمل دخل وقت کے ساتھ گہرا ہوتا جارہا ہے اور اگلے ایک دو عشروں میں ناقابل اصلاح حد تک پہنچ جائے گا۔

صہیونیت کی وہ کارروائی یہ ہے کہ عام فصلوں کے HYBRED بیج تیار کیے گئے ہیں۔ زیادہ فصل دینے اور کم محنت سے زیادہ آمدنی کے لالچ میں ہر ملک کے کاشتکار آسانی سے اس جال میں پھنستے جارہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان اعلیٰ بیجوں کے تیار کرنے والی کمپنیاں (جو صہیونیت کے پرستاروں کے ہاتھوں میں ہیں) اپنے ریٹ بڑھاتی جارہی ہیں جس سے ان کی MONOPLY قائم ہوتی جارہی ہے۔ عنقریب ایسا وقت آئے گا کہ WTO کے عالمی معاہدوں کے تحت ہر ملک کا زرعی شعبہ صہیونی عالمی مافیا کا دست نگر بن جائے گا وہ من مانے دام وصول کریں گے اور گھر بیٹھے کمائیں گے جبکہ دوسرے لوگ محنت کریں گے اور مشکل سے گزارہ کریں اور اخراجات پورے کریں گے۔

اس اختصار کی تفصیل درج ذیل کی مثال سے واضح ہے۔ یہ مثال آج کے مرغی کے گوشت کی دی جاسکتی ہے پہلے گھروں میں مرغیاں پالی جاتی تھیں ——— وہ انڈے دیتی تھیں ان سے بچے نکلتے تھے یہ سلسلہ چلتا رہتا تھا اور ہر گھرانہ خود مکتفی (SELF SUFFICIENT) تھا جبکہ اب فارمی مرغی کے ذریعے ضرورت کے مطابق گوشت کی اور انڈے کی سپلائی تو کئی سو گنا بڑھ گئی ہے جو اچھی بات ہے ہر امیر غریب کو گوشت میسر آ رہا ہے، انڈے مل رہے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ یہ فارمی مرغی جو انڈہ دیتی ہے وہ انڈہ صرف کھایا جاسکتا ہے اس انڈے سے دوبارہ مرغی کا بچہ پیدا نہیں ہوسکتا مرغی کا بچہ پیدا کرنے کے لئے الگ قسم کی مرغیاں پالی جاتی ہیں وہ خاص انڈے دیتی ہیں ان سے بچے فیکٹری میں نکلتے ہیں وہ بکتے ہیں۔ ہر دفعہ مرغی کے چوزوں کی کھیپ فیکٹری سے خریدنا ہوگی وہ فیکٹریاں خاص خاص لوگوں کی ملکیت ہیں اور بڑی بھاری سرمایہ کاری کر کے بنائی جاتی ہیں۔ یوں دنیا بھر کی پولٹری انڈسٹری ان فیکٹریوں کی محتاج بنادی گئی ہے جو اس سلسلے میں چوزے فراہم کرتی ہیں۔

اسی طرح پہلے ساری فصلیں یوں پیدا ہوتی تھیں کہ کسان نے کوئی چیز کاشت کی (گندم کی مثال لے لیں) اس کی فصل تیار ہوئی جو تھوڑی بہت فصل ہوئی اس میں سے اس نے کچھ حصہ اگلے سال کی فصل کے لئے طور بیج رکھ لیا۔ ایک حصہ گھر کی ضرورت کے لئے رکھ لیا بقیہ بیچ دیا۔ اب رفتہ رفتہ ہمارا زرعی شعبہ ہر فصل کی زیادہ پیداوار کے لالچ میں 'فارمی بیج' یا HYBRED SEEDS کی طرف دیکھتا ہے حاصل کرتا ہے فصل اُگاتا ہے بیچتا ہے کماتا ہے مگر اس فارمی گندم سے دوبارہ فصل نہیں اُگائی جاسکتی۔ جیسے فارمی انڈے سے مرغی کا بچہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ آہستہ آہستہ وقت کے ساتھ سارے کسان اسی کے عادی ہوجائیں گے اور ساری دنیا زرعی پیداوار کے لئے SEED CORPORATIONS کی محتاج ہوجائے گی۔ یہ بیج فراہم کرنے والی کمپنیاں مرضی کے دام لیں گی اور گھر بیٹھے منافع کمائیں گی کسان چھ مہینے کی محنت سے کچھ کمائے یا نہ کمائے بیج بیچنے والی کمپنیوں کا منافع یقینی ہے اور قبل از وقت ہاتھ آجائے گا۔

اس طرح صہیونی دماغوں نے زرعی شعبہ کو بھی زیر دام لانے کا عمل آگے بڑھایا ہے اور بہت کامیابی سے پوری دنیا کے زرعی شعبہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔

(5) مارکیٹ کنٹرول منافع حاصل کرنا ہر انسان کی ضرورت ہے اور ہر تاجر کا مطمع نظر ہے۔ مگر ناجائز منافع خوری اور دوسرے کا استحصال اخلاقی جرم ہے اور فطرتِ انسانی سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ مگر جب صہیونی دماغوں نے اخلاق دشمن اور مذہب دشمن انسان نما حیوانی معاشرہ تشکیل دیا ہے اور تعلیمی نصاب بھی اس طرح کا بنا کر دو نسلوں سے ایسے ہی لوگ تیار کر دیے ہیں تو اب اخلاقی گراوٹ کا رونا بے کار ہے۔ بے حیائی، بدکاری، عریانی، فحاشی، بے راہ روی وغیرہ اب پرانی اصطلاحات ہیں اور اب یہ جرم نہیں رہے۔ لہٰذا مارکیٹ میں بیٹھ کر قیمتوں کا اُتار چڑھاؤ کر کے منافع خوری آج کی کاروباری TACTICS شمار ہوتی ہے۔ اس کام کے لئے مغربی معاشروں نے سٹاک مارکیٹ، یونین سازی، جوا، سٹہ، انشورنس وغیرہ کے نام پر قیمتیں بڑھانے کے طریقے نکال لیے ہیں جس سے صہیونی اپنے مطلب اور مقاصد حاصل کرنے میں کامیاب ہیں۔

(6) یونین سازی کسی شعبہ زندگی کے لوگوں کا اپنے حقوق کے تحفظ کے لئے اکٹھے ہونا اچھی بات ہے مگر اس اچھائی کی کوکھ سے جو برائی جنم لیتی ہے وہ یہ ہے کہ اس یونین سازی کو ایک مافیا کنٹرول کرتا ہے۔

پولٹری انڈسٹری ہے اس کی مارکیٹ ہے ہر روز نیا ریٹ آویزاں کیا جاتا ہے۔ اگر امریکی یہودی چاہے کہ پاکستان میں پولٹری انڈسٹری کا بھٹہ بیٹھ جائے۔ ریٹ کم کر دیے جائیں اور پولٹری فارمز کو ان کے اخراجات سے کم ریٹ پر مرغی بیچنا پڑے تو اس کے لئے صرف اتنا کام کرنا ہوگا کہ آل پاکستان پولٹری ایسوسی ایشن کے پانچ چھ ممبران کو قابو کرنا ہوگا لالچ اور مفادات دے کر ان کے ذریعے چند ہفتوں میں پوری انڈسٹری کو تباہی سے دوچار کیا جاسکتا ہے۔

غیر مرئی مافیا ریلوے، پی آئی اے اور فیکٹریوں میں ورکز یونین وغیرہ کے ذریعے کسی بھی اچھے بھلے کاروبار میں زہر گھول سکتا ہے۔ حتیٰ کہ اس صہیونیت نے عالمی سطح پر ملکوں اور قوموں کے لئے بھی UNO کا ادارہ بنا دیا ہے۔ اس ادارے میں ہر ملک کے چار پانچ اہم عہدے دار بیٹھتے ہیں ان کو خرید کر لالچ دے کر، نائٹ کلبوں میں آؤ بھگت کر کے کسی بھی عالمی قرارداد پر ووٹ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ عراق پر پابندیاں لگانی ہوں یا ایران پر یہ اس صہیونی مافیا کے لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

کشمیر کی استصوابِ کی قرارداد پر کبھی عمل نہیں ہوسکتا اس لئے کہ صہیونی مافیا نہیں چاہتا

جبکہ تیموریہ کی عیسائی ریاست یا سوڈان کی تقسیم یا اسرائیل کے مفادات کے تحفظ کی قرار دادیں آناًفاناً منظور ہوجاتی ہیں اوران پرعمل درآمد ہوجاتا ہے۔اسی طرح صہیونیت نے ساری دنیا کے ممالک کی حکومتوں کوبھی اپنی مٹھی میں دبوچ رکھا ہے۔

اس پس منظر میں مغربی افکار و نظریات کے تحت ساری دنیا اب ایک گلوبل ولیج (GLOBAL VILLAGE) ہے ہوائی سفر، موبائل فون، انفارمیشن ٹرانسفر، انٹرنیٹ ای میل، ای بینکنگ نے مزید آسانیاں پیدا کردی ہیں۔کریڈٹ کارڈ نے فضول خرچی (OVER EXPENSES) کورواج دیاہےاور ہر گھر، ادارےاورملک کا بجٹ تباہ کردیا ہے جس کا سراسر فائدہ اسی صہیونی مافیا کو ہے۔

ان حالات میں بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ صہیونیت نے گزشتہ چھ صدیوں میں اپنی مزعومہ عالمی ہمہ مقتدر حکومت کے قیام کے ضمن میں بے شمار کامیابیاں حاصل کرلی ہیں۔اگر انسانیت بیدار نہ ہوئی اورآسمانی ہدایت کے علمبردار نہ جاگےتو ساری انسانیت اس صہیونی شکنجے میں آخری حدتک جکڑی جائے گی جس سے نکلنا صدیوں بعد ہی ممکن ہوسکے۔

اس لحاظ سے لائق صد ستائش ہے اللہ تعالیٰ کی ذاتِ برحق جس نے قرآن نازل فرمایا ہےاوراس میں اس ابلیسی گروہ کے کرتوت واشگاف الفاظ میں بیان فرمائے ہیں اورانسانیت کو اس گروہ کے زہریلےاورانسان دشمن منصوبوں سے آگاہ کیا ہے۔

دنیا بھر میں جو کتاب بھی اس صہیونی گروہ کے خلاف لکھی گئی ہے وہ غائب کردی گئی ہے مگر قرآن مجید چونکہ آخری الہامی کتاب ہےاورآسمانی وحی ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خودقرآن اُتارنے والی ہستی اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔لہٰذا یہ کتاب تاقیامِ قیامت دنیا میں موجودرہے گی۔

قرآن مجیداوراس کے لانیوالے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں یہی بات صہیونیت کے پرستاروں اوراس ابلیسی گروہ کے نزدیک ناقابل معافی جرم ہے۔اسی لئے اس قرآن پاک کوحیلوں بہانوں سے جلایا جاتا ہےاس کی بے حرمتی کی جاتی ہےاس کے لانے والی ہستی فخرانسانیت حضرت محمد ﷺ کے فرضی خاکے تیارکرکےآسمان پرتھوکنے کی ناپاک جسارت کی جاتی ہےاس صہیونیت کے ناپاک منصوبوں کے پردوں کو ہردور میں چاک کرنے والی واحد کتاب یہی قرآن مجید ہے۔

قارئین کرام ـــــــ اگر آپ اس صہیونی گروہ کی چیرہ دستیوں، سفاکیوں، ابلیسی منصوبوں، خدا بیزار اور اخلاق دشمن کارستانیوں سے نالاں ہیں اور ان کے راستے میں بند باندھنے کا خیال دل میں رکھتے ہیں تو آیئے قرآن مجید پڑھئے اور اس قرآن مجید کے لانے والے حضرت محمد ﷺ جو رحمت للعالمین ہیں ان کی سیرت کا مطالعہ کیجیے۔ آپ ﷺ نے اسی ابلیسی گروہ سے نجات کی پیش گوئی فرمائی ہے اس صہیونی گروہ کے خاتمے کے لئے کھڑے ہونے والے ہر شخص کے لئے بشارت دی ہے اور خوش خبری سنائی ہے۔ جس دل میں بھی انسان دوستی کی شمع روشن ہے، ضمیر زندہ ہے، اخلاق کی کسک باقی ہے اور خیر و شر کی تمیز ہے اُس سے ہماری استدعا ہے کہ وہ صہیونیت کے سراسر انسان دشمن اور اخلاق دشمن منصوبوں سے انسانیت کو بچانے کے لئے آگے بڑھے اور کمر ہمت کس کر میدان عمل میں کود پڑے تاکہ انسانیت کو صہیونیت کے تیار کردہ اس قعر مذلّت میں گرنے سے بچالے۔

پس نوشت

صہیونیت (ZIONISM) کے اس مضمون میں صہیونیت سے ہماری مراد بنی اسرائیل ہیں۔ بنی اسرائیل کی ایک واضح تقسیم تو یہود و نصاریٰ کی ہے۔ قرآن مجید کے نزول کے زمانے تک یہود اور نصاریٰ دو الگ الگ گروہ تھے۔ صرف یہود ہی آسمانی ہدایت کا انکار کر کے اور پیغمبروں کی مسلسل نافرمانی کر کے صہیونیت کا لبادہ اوڑھ چکے تھے مگر وقت کے ساتھ ساتھ ان دونوں میں ہم آہنگی پیدا ہوتی چلی گئی اور مشترکہ مقاصد کے حصول کے لیے بہت سارے MOU'S (MEMORANDUM OF UNDERSTANDING) بنتے چلے گئے ایک وقت میں عیسائیت سے PROTESTANTS نکلے وہ یہود ہی کے زیر اثر تھے مگر ماضی قریب بیسویں صدی کے آخری عشرے میں عیسائیت اور یہودیت کی دشمنی ختم ہوگئی اب عیسائیت کے دونوں گروہ اور یہودیت سب اکٹھے ہیں اور صہیونیت کے ایجنڈے کے لیے ہی کام کر رہے ہیں۔

صہیونیت میں یہود کو CORE کی حیثیت حاصل ہے اور سارے ابلیسی منصوبے انہیں کے ابلیسی دماغ کی پیداوار ہیں۔ تاہم یہود یا بنی اسرائیل بھی ایک متحدہ اور یک جان (MONOLITHIC) گروہ نہیں ہے۔ بقول قرآن مجید تَحۡسَبُهُمۡ جَمِيۡعًا وَّ قُلُوۡبُهُمۡ شَتّٰى

(14-59) [شاید تم خیال کرتے ہو کہ یہ سب اکٹھے (اور ایک جان) ہیں مگر ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں]۔ بنی اسرائیل کے اس گروہ میں جو صیہونیت کا اندرونی حصّہ (CORE) کہلاتا ہے اس کا بھی ایک مزید اندرونی حصہ (INNER CORE) بھی ہے۔ گویا یہ صیہونیت بھی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک حصہ قدامت پرست یہودی یا PRACTICING JEWS کہلاتے ہیں جبکہ دوسرے آزاد منش یہودی یا LIBERAL JEWS کہلاتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں میں کچھ کشاکش اور اختلافات بھی ہوں گے مگر وہ اختلافات باہر کی دنیا کے لیے بڑے غیر اہم اور LOW PROFILE میں رہتے ہیں۔ اجتماعی مقاصد کے لئے وہ ایک ہی ہیں۔ قدامت پرست یہودیوں کی لبرل یہودیوں کی کارستانیوں پر خاموشی ہی ان کی 'نیم رضا' کیا مکمل ہم آہنگی کی دلیل ہے۔ ان دو گروہوں کی ذیل میں دی گئی قدرے تفصیل مفید مطلب ہوگی ان شاء اللہ۔

یہ بات مشہور ہے اور صحیح طور پر کہی جاتی ہے کہ یہودیت ایک نسلی مذہب ہے اور صرف بنی اسرائیل ہی کے لیے ہے۔ ویسے تو عیسائیت بھی صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لئے تشریف لائے تھے۔ یہ حقیقت انجیل مقدس میں بھی ہے اور قرآن مجید میں بھی بیان ہوئی ہے۔ مگر سینٹ پال نے عیسائیت کو توسیع دے دی، من گھڑت تاویلات کیں اور ایک عالمی تبلیغی مذہب بنا دیا۔ یہ ایسی تاویلات تھیں کہ جس طرح دورِ حاضر کے کچھ خیر خواہانِ اسلام کرتے ہیں جس کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا ہے

ز من بر صوفی و مُلاّ سلامے
کہ پیغامِ خدا گفتند ما را
و لے تاویلِ شاں در حیرت انداخت
خدا و جبرئیل و مصطفیٰ ؐ را !

ترجمہ: ''ہم صوفی اور ملا کو سلام کہتے ہیں کہ وہ ہمیں پیغامِ خدا بتاتے ہیں۔ لیکن ان کی (من گھڑت) تاویلات نے خدا، جبریلؑ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حیرت میں ڈال دیا ہے''

گویا سینٹ پال کی تاویلات نے خدا، جبریل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ سارے انبیاء بنی اسرائیل خصوصی طور پر انہیں کے لیے اور انہیں میں سے آئے تھے۔

تاہم یہ بات بجاطور پر کہی جاسکتی ہے کہ آغاز سے ہی غیر بنی اسرائیل لوگ بھی اس جمعیت کا حصہ بنتے رہے ہیں۔ اگر چہ مخصوص بنی اسرئیلی ذہنیت نے انہیں کبھی 1st GRADE JEW قرار نہیں دیا۔ اس کے چند شواہد درج ذیل ہیں:

☆ حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے 'ملک' (بادشاہ) تھے حکمران تھے اہل مصر کا ایک طبقہ یقیناً ان پر ایمان لایا تھا مگر اس طبقہ کا ذکر غائب ہے۔

☆ سورۃ المؤمن (40) میں ہے کہ آل فرعون کا ایک حق پرست اور باضمیر انسان (رجل من آل فرعون) کھڑا ہو کر بھرے دربار میں ایمان کی صدا بلند کرتا ہے۔ کیا وہ صرف اکیلا تھا اس کا کنبہ قبیلہ علاقہ یقیناً کافی تعداد میں ایسے لوگ تھے جو اس شخص کے ہم خیال تھے مگر ان کا ذکر بھی تاریخ میں محفوظ نہیں ہے۔

☆ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلے اور پھر جہاد سے انکار پر صحرانوردی کی سزا ہوئی تو ان کا ایک قبیلہ گم ہو گیا تھا اسے LOST TRIBE کہتے ہیں اس قبیلہ نے کہیں پہنچ کر کیا کیا ہے یہ بھی عام دنیا کی معلومات سے غائب ہے یقیناً بنی اسرائیل اس کا علم رکھتے ہوں گے۔

☆ حضرت سلیمان علیہ السلام بڑے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ چالیس سال حکمران رہے پیغمبر تھے۔ ان کے دور میں یمن کی ملکہ سبا (بلقیس کا نام مشہور ہے) ایمان لے آئی، اس کی پوری قوم ایمان لے آئی۔ مگر اس قوم کا بھی بطور اہل ایمان تذکرہ یہودیت کی تاریخ میں اتنا معروف نہیں ہے جتنا ہونا چاہیے۔

☆ ذوالقرنین کا ذکر قرآن پاک میں ہے بڑا نیک دل صاحب ایمان بادشاہ تھا۔ بائبل (عہد نامہ قدیم) میں سائرس نام کا ایک ایرانی بادشاہ مذکور ہے غالباً وہ یہی ذوالقرنین ہے۔ اس نیک سیرت بادشاہ کے روابط یہود سے ہی ہوں گے تبھی وہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کا قائل تھا۔ مگر اس کا تذکرہ بھی یہود برملا نہیں کرتے۔

☆ ملکہ سبا (ملک یمن) کی اولا دوغیرہ میں یہودی مذہب قائم رہا ہے اور قرآن پاک میں سورۃ البروج میں جس ظالم بادشاہ اور اس کی قوم کا ذکر ہے کہ وہ اہل ایمان کو ستاتے تھے اور بالآخر

مسلمانوں کو خندقیں کھود کر آگ میں ڈال دیا گیا۔ وہ ظالم بادشاہ اور اس کی رعایا یہودی ہی تھے (یہ واقعہ کتب تفاسیر میں بڑا معروف و مشہور ہے) یہ واقعہ 300ء اور 400ء کے درمیان کا ہے۔

☆ یہودی زمانہ قدیم سے (حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور سے ہی) عالمی سطح کی تجارت میں آ گئے تھے اور یورپ کے جنوبی ساحلوں سے لے کر مشرق وسطی، یمن، ہندوستان، مشرق بعید اور شمال میں شاہراہ ریشم کے ذریعے چین تک جاتے تھے۔ اس طرح ان کے زیر اثر لوگ بھی ان کے ہم مذہب بنتے رہے۔ چین کی قدیم تاریخ میں اس بات کے شواہد موجود ہیں۔

☆ آٹھویں یا نویں صدی عیسوی میں کوہ قاف میں سدّ ذوالقرنین کے پار ایک بادشاہ نے (بمع رعایا) یہودی مذہب اختیار کرلیا اور یہودیوں کا تیرہواں قبیلہ (13th TRIBE) کہلایا۔ اس قبیلہ کا تذکرہ بھی عرصے تک دنیا کی نگاہوں سے اوجھل رہا بلکہ اوجھل رکھا گیا تا آنکہ ARTHUR KOESTLER نے 1976ء میں اس موضوع پر کتاب لکھ دی THE THIRTEENTH TRIBE, THE KHAZAR EMPIRE AND ITS HERITAGE۔ اس طرح دنیا اس کی تاریخ سے واقف ہوئی کہ یہودی مذہب نسلی بنیادوں کے علاوہ بھی پھیلا ہے۔

یہ بات اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ نسلی بنیادوں پر استوار اس یہودی مذہبی سرشت نے غیر اسرائیلی کو کبھی اپنے برابر کا مقام نہیں دیا۔ اگر غیر یہودی لوگ بنی اسرائیلیوں کے نزدیک GENTILES اور انسان نما جنگلی حیوان ہیں تو یہ تیرھواں قبیلہ بھی ان کے نزدیک گھریلو پالتو حیوانوں سے زیادہ درجہ نہیں رکھتا اور وہ انہیں اپنے مذہب میں اپنی طرح شمار نہیں کرتے اسی لیے یہ مذہبی شعار اور پابندیوں سے آزاد اور 'لبرل' کہلاتا ہے۔ (واللہ اعلم)

حاصل کلام یہ کہ آج عملی طور پر دنیا کے سامنے صہیونیت ——— یہودیت (بنی اسرائیلی) اور 13واں قبیلہ والے یہودی (غیر بنی اسرائیلی) دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے تو حالات کو سمجھنا اور تجزیہ کرنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

(''صہیونیت کا انجام'' کے موضوع پر ان شاء اللہ آئندہ گفتگو ہوگی)

اسلامی فقہ کی تدوینِ نو

1947ء میں مغربی یورپی سامراج کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے برطانوی ہند کو تقسیم کر کے پاکستان دوقومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ اس ملک میں اسلام کے نفاذ کا مسئلہ حکومت اور عوام کے درمیان علمی سطح پر کبھی متنازعہ نہیں رہا۔ ہر آئین میں اس مسئلہ کو اہمیت دی گئی تاہم عملاً یہ مسئلہ آج 65سال گزرنے کے باوجود روزِ اوّل ہی کی کیفیت میں ہے۔ نفاذِ اسلام کی اس اجتماعی مجرمانہ تاخیر کی ایک سے زیادہ وجوہات ہیں جن میں ایک وجہ اسلامی فقہ کی ایسی تدوین کا فقدان ہے جو عصر حاضر کے آئینی، عدالتی اور قانونی تقاضے پورے کر سکے۔ ماہ دسمبر 2011ء کے شمارے میں حرف آرزو کے تحت اس پر طویل تحریر سامنے آچکی ہے۔ یہ مسئلہ آج سے پچاس سال قبل بھی اسی طرح تازہ تھا اور مختلف رسائل کی زینت بنتا رہا ہے۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ (متوفی 2010ء) کی ایک کتاب 'اسلام اور پاکستان' میں بھی اس موضوع پر 60 کے عشرے کی ان کی کئی قابل قدر تحریریں شامل ہیں۔ اسی کتاب کے تیسرے ایڈیشن (1989ء) میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ (متوفی 1977ء) کے رسالے بینات (مارچ 1967ء) سے ایک اداریہ ضمیمہ کے طور پر شامل ہے۔ یہ اداریہ آج بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا 1967ء اور 1989ء میں اہم تھا۔ قارئین کرام اس موضوع پر اس تحریر کو مفید پائیں گے اس لئے شامل اشاعت ہے۔ (ادارہ)

نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کمیابی
حُدی را تیز تر می خواں چو محمل را گراں بینی

ازقلم: مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

ذیل کی تحریر ماہنامہ 'بینات' کراچی کی مارچ 67ء کی اشاعت سے ماخوذ ہے'اس کا پس منظر یہ ہے کہ 'بینات' کے ماہِ رجب کے شمارے میں 'ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی راولپنڈی' کے جانب سے شائع شدہ 'مجموعہ قوانین اسلامی' مؤلفہ جناب تنزیل الرحمٰن پر ایک مفصل تبصرہ جناب مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی کے قلم سے شائع ہوا ہے۔ اوّل تو یہ طرزِ عمل بجائے خود مثبت تعمیری طرزِ فکر کا آئینہ دار تھا کہ بجائے اس کے کہ محض اس بناء پر کہ زیرِ تبصرہ کتاب ایک معروف تجدد پسند ادارے کی جانب سے شائع ہوئی تھی اسے کلیتہً رد کر دیا جاتا، فاضل تبصرہ نگار نے انتہائی محنت سے پوری کتاب کا تنقیدی مطالعہ کیا اور شدید عرق ریزی سے اس کی ایک ایک دفعہ میں صحیح وغلط وحق وباطل کی علیحدہ علیحدہ نشان دہی کر دی ___ اس پر مستزاد یہ کہ تبصرے کے آخر میں ''مؤلف اور تالیف کے بارے میں بحیثیت مجموعی ہمارے رائے'' کے ضمن میں وسعت قلب کے ساتھ اوراعترافِ حق کے جذبے کے تحت یہ اعتراف بھی کر لیا کہ مؤلف سے غلطیاں ضرور سرزد ہوئی ہیں لیکن ان کے نقطہ نظر میں کجی اور طرزِ فکر میں فتنہ انگیزی موجود نہیں ہے اور بحیثیت مجموعی یہ کتاب ''بسا مغتنم'' اور ''قابل تحمّل'' ہے ___ اس پر دینی حلقوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں اور بعض انتہائی ذمہ دار اور ممتاز علماء نے ''بینات'' کے سرپرست اور نگران حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کے نام شکایتی خطوط لکھے جن کا مرکزی مضمون یہ تھا کہ ___ ''تجدد پسندی کا جواب ہی بینات تھا۔ اگر یہ ہی گھٹنے ٹیک دے تو انجام کیا ہوگا؟'' ___ اور یہ کہ ___ ''تھوڑی سی نرمی علماء کے موقف کو کمزور کر دیتی ہے۔ اور اس طرح دشمنانِ دین کے موقف کو غیر شعوری طور پر قوت مل جاتی ہے ___ '' اس پر ادارۂ 'بینات' نے ایک جانب تو تبصرے کے اس حصے کی قدرے وضاحت کی جو شاید حضراتِ معترضین کے نزدیک تو ''عذرِ گناہ بدتر از گناہ'' ہی قرار پائے۔ اور دوسرے طرف علمائے کرام کی خدمت میں بھی ''نوا را تلخ تر می زن......'' کے عنوان سے بعض گزارشات بڑے ادب واحترام کے ساتھ پیش کیں۔

ان گزارشات میں بعض باتیں چونکہ انتہائی اہم آ گئی ہیں اور اس لائق ہیں کہ پاکستان کے تمام علماء ان پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور ان کی روشنی میں اپنے موجودہ طرزِ فکر وعمل پر نظر ثانی فرمائیں؛ لہٰذا ہم اس تحریر کو ادارۂ 'بینات' کے شکریے کے ساتھ قارئین میثاق' کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ (مدیر)

نوا را تلخ تر مے زن چو ذوقِ نغمہ کمیابی
حُدی را تیز تر مے خواں چو محمل را گراں بینی

اس موقعہ پر ہم علمائے اُمت کی خدمت میں بھی چند گزارشات پیش کردینا ضروری فرض سمجھتے ہیں:۔

الف: انگریز کے دورِ حکومت میں ہمارے اکابر نے جو شاندار دینی و ملی کارنامے انجام دیے ان کا خلاصہ نکالیے تو انہیں بڑے بڑے دو شعبوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ اوّل: ہر قسم کے جدید و قدیم فتنہ کا استیصال بذریعہ تقریر و تحریر، وعظ و تبلیغ، درس و خطابت اور ارشاد و تلقین۔ دوم: اُمت مسلمہ کے لیے روحانی غذا مہیا کرنا، بذریعہ قیامِ مدارس و معاہد، دارالافتاء و دارالعلوم، مساجد و خانقاہ، تصنیف و تالیف، اور جلسہ و کانفرنس۔ آج کل کی اصطلاح میں قسم اوّل کو ''منفی'' اور قسم ثانی کو ''مثبت'' کہا جاتا ہے، اور کوئی شک نہیں کہ دین کی پاسبانی کے لئے علمائے اُمت نے ان دونوں میدانوں میں بیش قیمت قربانیاں دیں اور اپنے خونِ جگر سے ''گلشن دین خداوندی'' کو سیراب کیا، الحمدللہ کہ آج تک اپنی بساط کے موافق یہ سلسلہ جاری ہے، خدمت دین کی ان ہی مثبت و منفی تاروں کے ذریعہ جب تک اُمت مسلمہ کا رابطہ (کنکشن) ذاتِ نبوی (بآبائنا ھو و امھاتنا، ﷺ) سے قائم رہے گا، اُمت انوارِ نبوت سے مستفید ہوتی رہے گی، اور اس سلسلہ میں سعی کرنے والے حضرات اپنی اپنی محنت اور قربانی کے بقدر اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔

ب: انگریز کے رخصت ہوجانے اور اسلامی نظریۂ حیات کی بنیاد پر مملکت خداداد پاکستان کے وجود میں آجانے کے بعد علمائے اُمت پر مذکورہ بالا دوگونہ ذمہ داریوں کے ساتھ ایک تیسری ذمہ داری عائد ہوگئی، یعنی حکومت پاکستان کے سامنے نہایت پیار و محبت، انتہائی ہمدردی اور خلوص اور بے حد حکمت و فراست کے ساتھ اسلامی اور دینی نقوشِ حیات پیش کرنا، جن پر ایک اسلامی ریاست کی بنیادیں اُٹھائی جائیں نیز دورِ حاضر کی تمام مشکلات کا حکیمانہ جائزہ لے کر اسلامی قانون کی تدوین، جسے عدلیہ میں نافذ کیا جائے، یہ علمائے اُمت کا اپنا منصبی فریضہ تھا، خواہ حکومت ان سے مطالبہ کرتی یا نہ کرتی، انہیں صحیح اور واقعی مقام دیتی یا نہ دیتی، ان کی گرانقدر خدمات کا اعتراف کسی حلقہ کی جانب سے کیا جاتا یا نہ کیا جاتا، دنیا کے ہر اجر و مزد، منصب و وجاہت، اور مال

وجاہ کی منفعت سے بالاتر رہ کر صرف رضائے الٰہی' ادائے حق رسالت' نُصحِ اسلام اور فلاحِ آخرت کی خاطر انہیں یہ کام کرنا چاہیے تھا' جانشینِ نبوت کی حیثیت سے ان کا مشن وہی ہونا چاہیے تھا جو تمام انبیاء علیہم السلام کا رہا یعنی:

وَ مَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلاَّ عَلَی اللّٰہِ

''میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا' میرا اجر وثواب تو بس اللہ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے''

لیکن ہمیں اپنی اس 'کمی' کا اعتراف کرنا چاہیے کہ جہاں ہم دین کی اور بیش بہا خدمتوں کی بنا پر رحمت خداوندی سے اجر وثواب کے متمنی ہیں وہاں عظیم الشان فریضہ سے صرفِ نظر کرنے کی وجہ سے معرضِ مسئولیت میں آجانے کا شدید اندیشہ بھی لاحق ہے' اگر میدان قیامت میں یہ مناقشہ فرمایا لیا گیا کہ تم نے اس نازک مرحلہ میں اپنی اجتماعی قوتوں کو کیوں نہ کھپایا؟ اس زبردست خلا کو پر کر کے اُمت کی قیادت کیوں نہ کی؟ وقت کے ایک عظیم دینی فریضہ سے کیوں بے اعتنائی برتی؟ تمہارے ذاتی مشاغل' نجی مقاصد اور گروہی فوائد اس کے درمیان کیوں حائل رہے؟ اور اسلامی حکومت کے سامنے ایک صحیح ''مجموعۂ قوانین اسلام'' پیش کر کے تم نے اتمامِ حجت کیوں نہ کیا؟ تو غالب گمان یہ ہے کہ جہاں ارکانِ مملکت' اربابِ سیاست اور ادارۂ تحقیقات اسلامی کے لوگوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ وہاں علمائے اُمت بھی اس کی مسئولیت سے بری نہ ہوسکیں گے۔اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰہُ ۔

ج: ایک جمہوری ملک میں تہذیب ومتانت اور خیر خواہی و دل سوزی کے ساتھ حکومت کو نیک مشورہ دینا ـــــ کوئی شجرۂ ممنوعہ نہیں' بلکہ ایک اچھی روایت ہے' اور علمائے اُمت پر تو ایک شرعی فریضہ کی حیثیت سے یہ لازم ہے کہ وہ اصلاحی مشورے دیں۔ لیکن علمائے اُمت کی ذمہ داری مجرد اس بات پر ختم نہیں ہوجاتی کہ وہ حکومت پر تنقید کرلیا کریں اور ''یہ نہ کرو' وہ نہ کرو'' کا صرف وعظ کہہ لیا کریں' بلکہ انہیں آگے بڑھ کر حکومت کو یہ بھی بتلانا ہوگا کہ ''یہ کرو'' ـــــ ان کے پاس ایسا مرتب شدہ مجموعۂ قوانین ہو جسے دفعات کی شکل میں جدید طرز کی قانونی زبان میں مدوّن کیا گیا ہو اور شرعی حدود کے تقاضوں کی رعایت پوری طرح اس میں ملحوظ رکھی گئی ہو' نئے دور کی مشکلات کا شرعی حل پیش کیا گیا ہو' قرآن وحدیث' اجماعِ اُمت اور اُصولِ اجتہاد کی ٹھیک ٹھیک پابندی رکھتے

ہوئے ......اُمت کے لئے ممکن حد تک آسانی کی گنجائش باقی رکھی گئی ہو' پھر اس ''مجموعۂ قوانین اسلام'' کو پوری بصیرت سے انتظامیہ' مقنّنہ اور عدلیہ کے سامنے پیش کرتے ہوئے وہ یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ ''اسے اسلامی ریاست میں نافذ کرو'' اور اس وقت اربابِ اختیار بالفرض اسے نافذ نہ بھی کریں تو کم از کم علمائے اُمت عنداللہ اُخروی مسئولیت سے تو بری الذمہ ہو ہی جائیں گے اور داورِ محشر کی عدالت میں اوّلین و آخرین کے سامنے وہ اتنا تو کہہ سکیں گے کہ:

''یا اللہ اپنی فہم و بصیرت کی ممکنہ حد تک تیرے پاکیزہ قانون کو ہم نے آسان سے آسان تر صورت میں قوم کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ اے اللہ! ہم اپنے ضعف اور اپنی ناداری کے ساتھ بس اتنا کام ہی کر سکتے تھے' لیکن قوت کے ساتھ اسے نافذ کرانا ہمارے بس سے باہر تھا۔

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ وَ اِنۡ تَغۡفِرۡلَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ

اب آپ انہیں عذاب دینا چاہیں تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر آپ ان کی بخشش فرما دیں تو بلاشبہ آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔''

اور کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ کسی وقت اربابِ اختیار کو اس کے نافذ کرنے کی توفیق ہی دے دیں (جہاں تک ہمیں معلوم ہے حکومت میں اب بھی اللہ کے ایسے مخلص بندے موجود ہیں' جو دل و جاں سے اس بات کے متمنی ہیں کہ انگریزی قانون (جو جزوی ترمیمات کے ساتھ ہمارے یہاں رائج ہے) کی جگہ اسلامی قانون نافذ کیا جائے' چنانچہ صدرِ مملکت نے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی اسی نیک مقصد کے لئے قائم کیا تھا کہ تدریجاً مروّجہ قانون کی دفعات کو اسلامی قانون میں ڈھال دیا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ادارہ کے بعض ارکان کی اُلٹی ذہنیت نے اس کے مقاصد ہی کو اُلٹ کر رکھ دیا ہے اور صرف ''مغربیت پر اسلام کی چھاپ'' لگا دینے کے لئے ہی تمام الحادی اسلحہ استعمال کیا جانے لگا۔)

د: اس سلسلہ میں علمائے اُمت کے سامنے جو مشکلات ہیں اور جن دشوار گزار مراحل سے وہ گزر رہے ہیں' نکتہ چین لوگوں کو ان کا احساس ہو یا نہ ہو' ہمیں ان کا پوری طرح احساس ہے' لیکن اس کا کیا کیجیے کہ زمانے کے دینی تقاضے ہماری مشکلات پر نظر رکھنے کے عادی نہیں ہیں' مقتضیاتِ

وقت کی عدالت میں ہمارے اس عذر کی کوئی شنوائی نہیں کہ ہمارے پاس نہ تو اس کام کے لئے باصلاحیت افراد کو فارغ کرنے کی ادنیٰ گنجائش ہے اور نہ ہم اس کے لئے زرکثیر فراہم کرسکتے ہیں ''قاضیِ وقت'' کا فیصلہ یہی ہے کہ تمہارے پاس فرصت ہو یا نہ ہو' قوت ہو یا نہ ہو' سرمایہ ہو یا نہ ہو' بیٹھنے کی جگہ ہو یا نہ ہو' تمہیں یہ کام بہرحال کرنا ہوگا' اور بغیر کسی دنیوی منفعت کے کرنا ہوگا' کیونکہ کرنے کا کام صرف گفت وشنید سے نہیں ہوتا' وہ تو بہرصورت کرنے ہی سے ہوتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں سے ہندوستانی علماء نے ایک ''ادارۂ تحقیقاتِ شرعیہ'' قائم کرلیا ہے جس سے قارئین 'بینات' متعارف ہیں۔ لیکن بڑی ندامت کی بات ہے کہ پاکستانی علماء اب تک اپنا ''ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی'' قائم نہیں کرسکے جو ہر قسم کی سیاست بازی سے الگ رہ کر پوری ملت کی اس عظیم خدمت کو بجالاتا۔ فَاِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن' یہ جو کچھ عرض کیا گیا ہے اس پر پوری سنجیدگی سے غور وفکر کرنا چاہیے' نری جذباتیت سے مسائل حل نہیں ہوجاتے۔

لعمری لقد نبهت من کان نائماً

و اسمعت من کانت له اذنان!

(الامام الکشمیری)

(میری زندگی کی قسم! میں نے سوئے ہوئے کو جگایا ہے اور جس کان ہیں اس کو سنایا ہے)

صلح حدیبیہ......امور جہانبانی میں فراست نبوی ﷺ کا شاہکار

سلطان محمود شاہین

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کون ومکاں میں تکمیل عالم انسانیت کے لئے ایک کامل نمونہ بن کر آئے۔ آپ کی تشریف آوری نہ صرف دنیا میں بلکہ دیگر جہانوں میں بھی رحمت کا باعث ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ہادیٔ زماں نبی آخرالزماں بنایا۔ چونکہ یہ منشأ ایزدی تھا کہ دنیا میں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور دنیا کی کسی یونیورسٹی، کسی استاد سے زانوئے تلمذ طے نہیں کیا اور براہ راست اللہ تعالیٰ سے حکمت ومعرفت کا علم حاصل کیا۔ عالم انسانیت کے ہر فرد خواہ وہ غریب ہو یا امیر، پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ اور شعبہ زندگی کے کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ آپ ﷺ کی ذات اقدس سب کے لئے ایک رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک ایسی ہستی جس نے دنیا کے کسی مکتب اور استاد سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو ان کے ذریعہ سے قرآن حکیم جیسی عظیم المرتبت کتاب جو بلاتفریق سارے انسانوں کو مخاطب ہو اور پندرہ سو سال سے دنیا بھر کے ہر سطح کے عالم، فاضل، دانشور، مفکر اور معلم کے لئے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہو۔ ایک ایسا پیغمبر جس کی زندگی کا ہر عمل اور قول زمانے بھر کے لئے رشد وہدایت ہو۔ کیا اس کے بالیقین سچا ہونے میں کوئی شک وشبہ ہوسکتا ہے۔ وہ دنیا کا سب سے بدقسمت شخص ہی ہوسکتا ہے جو آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرنے اور جاننے کے باوجود آپ پر ایمان لانے سے محروم رہا۔ آپ ﷺ کی سیرت کا ہر پہلو دعوت وتبلیغ کی حکمت سے لبریز ہے۔ کُرۂ ارض پر آپ ﷺ کی آمد ساری انسانیت

کے لئے ایک نوید مسرّت وفرحت ہے۔اس مناسبت سے آپ ﷺ کی زندگی کے ایسے پہلو کو اجاگر کرنا مقصود ہے جس سے پڑھنے والوں کو دین کی دعوت وتبلیغ کے کچھ اہم پس منظر اور اس کی حکمت کا پتہ چل سکے۔

سن 6 ہجری ماہ ذی قعد رسول اکرم حضرت محمد ﷺ حضرت ثمیلہ بن عبداللہ لیثیؓ کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرما کر چودہ سو جانثاروں کے ہمراہ بیت اللہ زیارت کے لئے مکہ معظّمہ روانہ ہوئے۔آپ کا مقصد زیارت کعبہ تھی ستر اونٹ قربانی کی غرض سے ساتھ لے لئے اور حفاظت کے لئے تلوار بھی ساتھ لے لی۔کیونکہ عرب میں اس کا رواج تھا۔آپ ﷺ نے مقام ذوالحلیفہ پر پڑاؤ ڈالا اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے بشیر بن سفیانؓ کو بھیجا انہوں نے آکر اطلاع دی کہ کفار مکہ جنگ کے لئے تیار ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے اس راستہ کو چھوڑ دیا اور پہاڑوں میں سے گزرتے ہوئے حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔اس میدان میں ایک کنواں تھا جس کو حدیبیہ کہتے تھے قرآن مجید نے اس جگہ کو بطن مکہ کہا ہے۔قریش مکہ کو جب حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کے پڑاؤ کا علم ہوا۔تو انہوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کا عزم کیا۔مسلمانوں کے حلیف بنو امیہ کے سردار نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر قریش مکہ کے ارادوں سے آگاہ کیا۔اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا قریش سے جا کر کہہ دو کہ ہم صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں ہمیں جنگ مطلوب نہیں۔قریش کے لئے یہ بہتر ہے کہ ایک مخصوص مدت تک کے لئے صلح کر لیں اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیں۔اگر اس پر بھی وہ راضی نہیں تو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے میں یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے اور اللہ بہتر فیصلہ فرمائے گا۔اس ارشاد مبارک میں آپ نے صلح کی طرف اشارہ فرمایا اور ساتھ ہی قریش کو انتباہ بھی کر دیا۔قریش نے ایک عمر رسیدہ شخص عمرو بن مسعود کو اپنا سفیر بنا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا عمرو بن مسعود نے آکر حالات کا جائزہ لیا اور آپ ﷺ سے بات چیت کی آپ ﷺ نے اس کو بھی یہی ارشاد فرمایا۔میری نیت لڑنے کی نہیں البتہ اگر قریش لڑیں گے تو میں مدافعت ضرور کروں گا۔ہم صرف عمرہ ادا کرنے کی نیت سے آئے ہیں۔یہ بات چیت فائدہ مند نہ رہی اس نے جا کر قریش سے کہا۔واللہ میں نے حبشہ کے بعد نجاشی، قیصر اور کسریٰ کے دربار دیکھے ہیں مگر جتنی تعظیم محمد ﷺ کے

ساتھی آپ کی کرتے ہیں وہ کسی بادشاہ کے دربار میں بھی نصیب نہ ہوئی۔لیکن قریش نے عمرو بن مسعود کی بات نہ مانی۔آپ ﷺ نے بات کو آگے بڑھانے کے لئے حضرت فراش بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا مگر قریش مکہ نے ان کی سواری کو مار ڈالا۔اور وہ بھی مشکل سے اپنی جان بچا کر آئے۔آپ ﷺ نے قریش کے ساتھ مصالحت کرنے کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مکہ روانہ فرمایا۔حضرت عثمانؓ نے آپ کا پیغام مکہ کے سرداروں کو پہنچایا۔مگر مکہ کے سردار اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے۔اور کہا کہ محمد ﷺ کو اپنی زندگی میں مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے البتہ اگر تم چاہو تو بیت اللہ کا طواف کرلو۔اس پر حضرت عثمانؓ نے انہیں یہ جواب دیا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے آقا حضرت محمد ﷺ تو حدیبیہ کے مقام پر رکے رہیں اور میں اکیلا طواف کروں۔اس دوران یہ افواہ گرم ہوئی کہ قریش مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے۔اس خبر سے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو بہت دکھ ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے ببول کے درخت کے نیچے صحابہؓ سے بیعت لی کہ حضرت عثمانؓ کا قصاص لینے کے لئے اگر قریش مکہ سے لڑنا پڑا تو آخر وقت تک لڑیں گے۔ مسلمانوں نے یہ عہد کیا کہ جب تک حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ نہ لے لیں گے واپس نہ جائیں گے۔تمام صحابہؓ نے بیعت کی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا داہنا ہاتھ قرار دیا اور ان کی طرف سے اپنے داہنے ہاتھ پر بیعت کی۔اس بیعت کو بیعت رضوان کہا گیا ہے۔اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ" ترجمہ: (اے پیغمبر!) اللہ تعالیٰ ان مومنین سے راضی ہوا جب وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے (سورۃ الفتح آیہ 15)۔قریش مکہ کو بیعت رضوان کے بارے میں پتہ چلا تو وہ خوف زدہ ہو گئے اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ مصالحت کرنے پر تیار ہو گئے۔قریش مکہ نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا۔گفت وشنید کے بعد صلح نامہ طے پایا جس کی شرائط درج ذیل ہیں: 1۔دس سال تک جنگ نہیں ہوگی اور کوئی کسی کو تنگ نہیں کرے گا۔ 2۔عرب کے تمام قبائل کو اختیار ہوگا کہ وہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں حلیفانہ معاہدہ کر سکتے ہیں۔ 3۔اگر قریش مکہ سے کوئی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ چلا جائے تو اس کو واپس کرنا ہوگا اس کے برعکس اگر کوئی مسلمان دین اسلام کو چھوڑ کر مکہ چلا جائے گا تو اس کو واپس

نہیں کیا جائے گا۔4۔حضور اکرم ﷺ جاتے ہوئے مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کو اپنے ساتھ لیکر نہیں جائیں گے۔5۔مسلمانوں کو اس سال عمرہ ادا کئے بغیر واپس جانا ہوگا۔اگلے سال ہتھیار لگا کر نہیں آئیں گے صرف تلوار ساتھ لائیں گے وہ بھی نیام میں ہوگی۔حضور اکرم ﷺ نے صلح نامہ کے مطابق اس سال عمرہ ادا کرنے کا ارادہ ملتوی فرمایا۔آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے قربانی دی۔بال کٹوائے اور احرام کھول دیے۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیس روز حدیبیہ کے مقام پر قیام فرمایا اور مدینہ منورہ واپسی پر سورۃ الفتح نازل ہوئی۔صلح نامہ حدیبیہ کی اہمیت اس بات سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب مسلمان حدیبیہ سے معاہدہ طے کرنے کے بعد واپس مدینہ منورہ جارہے تھے تو واپسی پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سورۃ الفتح نازل ہوئی۔جس میں اس صلح کو فتح مبین کا نام دیا گیا اور مسلمانوں کو خوشخبری دی گئی کہ عنقریب ایک اور لڑائی میں فتح نصیب ہوگی۔اور بہت زیادہ مال غنیمت بھی حاصل ہوگا۔اس طرح باطل کی قوتیں پاش پاش ہوجائیں گی اور حق کو غلبہ حاصل ہوگا۔یہ سورۃ ایک طرح سے فتح مکہ کی خوشخبری تھی۔اس صلح سے پیشتر قریش مکہ مسلمانوں کو کسی خاطر میں نہیں لاتے تھے اور اپنی برتری کے قائل تھے ان کی ہر ممکن کوشش تھی کہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹادیں تاکہ وہ اسلام کا نام نہ لے سکیں۔لیکن صلح حدیبیہ کی وجہ سے مسلمان کفار مکہ کے برابر آ گئے اس طرح قریش مکہ نے مسلمانوں کے اقتدار کو تسلیم کرلیا۔چونکہ اس معاہدہ میں امن وصلح کو فوقیت دی گئی اور یہ بات ثابت کی گئی کہ اسلام امن وصلح کو فوقیت دیتا ہے۔اس لئے ہمسایہ قبائل پر اس کے مثبت اثرات پڑے۔صلح حدیبیہ تک کفار کے حملوں کا ڈر اور خوف رہتا تھا جس کی وجہ سے تبلیغ پر مکمل توجہ نہیں دی جاسکتی تھی۔اس صلح کے بعد مسلمانوں کو اپنی صلاحیتیں اسلام کا پیغام پہنچانے پر صرف کرنے کا موقع ملا۔مختلف قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات استوار کئے۔صلح حدیبیہ کے معاہدے کی بناء پر مسلمانوں نے آئندہ سال عمرہ ادا کیا اور مکہ میں آمدورفت شروع ہوئی۔لوگوں کے میل جول سے لوگوں میں اسلام کی مقبولیت میں اضافہ ہوا دیگر قبائل نے اسلام کے اصولوں پر غور کرنا شروع کیا۔جس کے نتیجہ میں عرب کے مشہور قبائل دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے دو سال بعد مسلمانوں کی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ ہوگئی۔

صلح حدیبیہ کے بعد قریش مکہ کے بظاہر معاشی حالات بہتر ہو گئے تھے مگر جب قبیلہ بنو حنیفہ کے رئیس ثمامہ بن اثال نے اسلام قبول کرلیا تو اس نے مکہ کو غلہ بھیجنے پر پابندی لگا دی۔ اہل مکہ پہلے ہی قحط کا شکار تھے غلہ پر پابندی کے بعد اور زیادہ قحط سالی ہوگئی۔ ابوسفیان مدینہ منورہ میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپکی قوم قحط سالی سے ہلاک ہو رہی ہے۔ آپ ان کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ نے دعا بھی فرمائی اور پانچ سو دینار نقد عنایت فرمائے۔ ابوسفیان کو کھجوروں کا ہدیہ دیا اور ساتھ ہی ثمامہ بن اثال کو ہدایت کی کہ وہ قریش مکہ کو غلہ بند نہ کرے۔ اس طرح سے قریش مکہ کا یہ پہلا اعتراف شکست تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو کفار مکہ کی طرف سے بے فکری ہوئی تو پھر رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی تشکیل شروع کی۔ اور آپ نے ہمسایہ ممالک کے سربراہان کو اسلام کی طرف دعوت نامے ارسال کئے۔ جس کے نتیجہ میں کئی سربراہان نے اسلام قبول کیا۔ اور بہت تھوڑے عرصے میں اسلام کو ایک بین الاقوامی مذہب کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو کفار مکہ کی طرف سے حملوں کا خطرہ ٹل گیا اور مسلمانوں کو ترقی حاصل ہوئی۔ کفار مکہ نے خود تنگ آکر معاہدے کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو مکہ کو فتح کرنے کا موقع نصیب ہوا۔ اس طرح صلح حدیبیہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

’’جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال‘‘

مدیر ماہنامہ حکمت بالغہ‘ کی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب پر

اہل علم کی آراء اور تبصرے

1۔ پروفیسر ڈاکٹر طالب حسین سیال بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی‘ اسلام آباد

آپ کی کتاب بعنوان ’’جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال (1910-2010) نہایت شوق و ذوق سے پڑھی۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ تھی کہ میں نے اس کا مطالعہ ایک ہی نشست میں مکمل کر لیا۔ معلومات‘ تجزیے اور اسلوب بیان کے لحاظ سے ایک وقیع اور منفرد کتاب ہے۔ آپ نے کئی مقامات پر قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور علامہ اقبال کے اشعار QUOTE کر کے کتاب کی ثقاہت اور حسن کو مستند کر دیا ہے۔ آپ نے جس محنت‘ خلوص اور انہماک سے یہ کاوش کی ہے میں آپ کو اس پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔ چونکہ یہ کتاب ’حکمت بالغہ‘ میں شائع شدہ مضامین کا مجموعہ ہے اس لئے ایک دو مقامات پر واقعات اور استدلال میں تکرار محسوس ہوتا ہے لیکن اس سے آپ کے پیغام کو تقویت ملتی ہے اور حقائق مؤثر انداز سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔

اندازِ بیان سلیس اور شگفتہ ہے۔ سر ورق‘ کاغذ اور طباعت نہایت ہی عمدہ ہے۔ طباعتِ کتاب میں جمالیاتی ذوق اور قاری کی سہولت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ میں قرآن اکیڈمی جھنگ کی اس سعی جمیلہ کو سراہتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ وہ اقامت دین اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے اس قسم کی اور مطبوعات کی اشاعت کا اہتمام کرتی رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دینی و ملی

جذبے اور زورِ قلم کو روز افزوں کرے۔

میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ کتاب عنایت فرمائی جس کے مطالعے سے میری معلومات میں اضافہ ہوا اور قلبی مسرت حاصل ہوئی۔ آپ کی توجہ اور التفات کے لئے ممنون ہوں۔

2۔ شیخ رحیم الدین فاضل جامعہ دارالعلوم' کراچی

محترم انجینئر مختار فاروقی صاحب سے قریباً ثلث صدی سے شناسائی ہے۔ اس تمام عرصہ میں میں نے موصوف کو جب بھی دیکھا اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنے متعین کردہ ہدف یعنی اعلائے کلمۃ اللہ وقیام نظامِ خلافت کے لیے کوشاں ہیں۔ انہیں اپنے ہدف سے جنون کی حد تک عشق ہے اور یہ وہ عشق ہی ہے جو ان کے پائے ثبات میں لرزش نہیں آنے دیتا۔ جب بادِ سموم کے تھپیڑے اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ ان سے ٹکراتے ہیں تو وہ ان کے لیے مہمیز کا کام دیتے ہیں۔ حوادثِ زمانہ آ آ کر ان سے ٹکراتے ہیں اور اپنا سر لہولہان کر کے خائب وخاسر لوٹ جاتے ہیں اور یہ ''مردِ قلندر'' کوہِ گراں کی طرح ایستادہ رہتا ہے۔ اور کیوں نہ رہے کیونکہ ان کا ایمان و ایقان ''قرآن'' پر ہے' شعوری و جذباتی وابستگی ''**رحمت دو عالم ﷺ**'' سے ہے اور یہی وابستگی رحمت دو عالم ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لیے انہیں قوت فراہم کرتی ہے۔

فاروقی صاحب کا اذعان ان مبشراتِ مقدسہ پر ہے جو ایسی پاکباز ہستی کی زبان مبارک سے صادر ہوئے ہیں جن کے بارے میں خود ربّ العالمین احکم الحاکمین ذوالجلال والاکرام فرماتے ہیں: ﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ کہ ''کل روئے ارضی پر اسلام غالب ہو کر رہے گا'' اسلام صرف دعاؤں مناجاتوں اور تسبیحوں سے تو غالب نہیں ہوگا بلکہ اس کو غالب کرنے کے لیے اسلام کے نام لیواؤں کو اپنے جسم و جان کی تمام صلاحیتیں لگانی ہوں گی' اپنی دنیا کو سکیڑنا ہوگا' اپنی ذاتی خواہشوں کا خون کرنا ہوگا' تب کہیں جا کر یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوگا۔

محترم فاروقی صاحب اپنے نصب العین کو حاصل کرنے کے لیے قدم بقدم آگے بڑھے ہیں۔ انجینئرنگ کی تعلیم کے زمانے ہی سے آپ نے دینی علوم کی طرف مراجعت کی اور

مختلف اصحاب علم ودانش سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور پھر قدرت نے بھی اپنی فیاضی سے کام لیا بقول اقبال مرحوم ۔

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

موصوف کو صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن و بانی تنظیم اسلامی حضرت ڈاکٹر اسرار احمد (نور اللہ مرقدہ واعلی اللہ مقامہ) کے قدموں میں پہنچا دیا۔ ''قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری'' کے مصداق حضرت ڈاکٹر صاحب نے ان کی صلاحیتوں کو جلابخشی اور ذرہ کو شعلہ جوالہ بنا دیا وہ ایک جانب اقامت دین اور نظامِ خلافت کے قیام کے لیے اپنی استعداد اور صلاحیت کے مطابق کوچہ کوچہ قریہ قریہ صدا لگاتا پھر رہا ہے

نگاہ کم سے نہ دیکھ اس کی بے کلاہی کو
وہ بے کلاہ ہے سرمایہ کلہ داری

تو دوسری جانب اس پیغام اور دعوت کو علمی انداز میں پھیلانے کے لیے قرآن اکیڈمی کا قیام عمل میں لاتا ہے۔ تو تیسری جانب علمی و ادبی دنیا میں ''حکمت بالغہ'' کے نام سے ماہنامہ جاری کر کے الہلال والبلاغ کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ چوتھی جانب موصوف کی تازہ تصنیف ''جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال'' ہے۔ فاروقی صاحب ان تمام وسائل و ذرائع کو اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر استعمال کر رہے ہیں۔

موصوف نے کتاب ہٰذا سے امت مسلمہ کو بالعموم اور ملت اسلامیہ پاکستان کو بالخصوص یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ ہم ﴿لَتَرۡكَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ﴾ کے مانند ان پیشین گوئیوں کی جانب بڑھ رہے ہیں اگرچہ راستہ بڑا کٹھن اور پر آشوب ہونے کے ساتھ ساتھ مصائب و آلام سے بھرا ہوا ہے، مزید برآں ہر منزل پر بڑے نازک و پرہیبت دوراہے و چوراہے ہیں اور پھر یہ بھی کہ ہماری رفتار بھی قابل اطمینان نہیں۔ ان سب دشواریوں و ناہمواریوں کے باوجود ہمیں جہد مسلسل کرنی ہوگی کیونکہ قدرت بھی ان ہی کا ساتھ دیتی ہے جو عزم و ارادہ کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔

کتاب ہٰذا تین حصوں پر مشتمل ہے:

حصہ اول   چار ادوار پر منقسم ہے جو اس طرح ہے:

☆ پہلا دور: 1910ء سے 1938ء   مسلمانوں کی حالت زار اور علامہ اقبال کی بے مثال فکری بصیرت

☆ دوسرا دور: 1938ء سے 1947ء قیام پاکستان تک جنوبی ایشیا (برطانوی ہند) کے مسلمانوں کی تاریخ

☆ تیسرا دور: اگست 1947ء سے مئی 1998ء قیام پاکستان سے یوم تکبیر تک۔

☆ چوتھا دور: 1998ء سے 2010ء۔

حصہ دوم   دو ابواب میں منقسم ہے:

☆ باب اول: 1857ء کی جنگ آزادی، برطانوی ہند کی اس جنگ کے تین فریق، برطانوی استعمار، ہندو، مسلمان۔   قرآن کے قانون عروج و زوال کی روشنی میں۔

☆ باب دوم: مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال کے نام مصنف کا ایک خط

☆ حصہ سوم: دو ضمیمہ جات پر مشتمل ہے

☆ (1) نوید خلافت (2) قربِ قیامت میں عالمی غلبہ اسلام سے متعلق تین احادیث مبارکہ

کتاب کے مندرجات کے پڑھنے ہی سے آپ کے علم میں آ گیا ہوگا کہ اس کے مطالعہ سے ہمیں اپنے ماضی کا علم حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ موجودہ زمان و مکاں میں اپنے مقام کا ادراک ہوگا ----- اور پھر مستقبل میں ہمیں کیا کرنا ہے کیسے کرنا ہے اور کیوں کرنا ہے جیسے بنیادی سوالات کے سیر حاصل جوابات حاصل ہوتے ہیں۔ ملک و ملت اور دین و مذہب کی خدمت انجام دینے والوں کے لیے یہ کتاب ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں جو کہ ان کی ضرورت کو ایک حد تک پوری کرتی ہے۔ یہ ہمیں ماحول کے گھٹا ٹوپ اندھیاروں میں روشنی کی کرن اور امید کی ڈھارس بندھاتی ہے ------ اور اگر یہ نہ ہو تو پھر انسان کے اعضاء و جوارح ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، ہمت جواب دینے لگتی ہے اور انسان تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے۔

میری ارباب حل و عقد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ اس کتاب کو خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھائیں اور خصوصاً اسکول و کالج کے طلبہ و اساتذہ کو تحفہ پیش کریں۔ اُمت کا

مستقبل ان کے ہاتھوں میں ہے اگر یہ سمجھ جائیں اور مان جائیں تو پھر بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔

کتاب کی طباعت واشاعت میں جس دقت نظر اور حسن ذوق کا خاص خیال رکھا گیا ہے وہ قابل تعریف ہے اور یہ مقولہ ''قامت بہتر بقیمت کہتر'' کے مصداق ہے۔

میرے دل کی گہرائیوں سے یہ دعا نکلتی ہے کہ فاروقی صاحب جس ذات گرامی ﷺ کے مشن کو آگے بڑھانے کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں، وہ حشر کے میدان میں اول و آخرین کے اجتماع عام میں اپنی زبان مبارک سے یہ فرما دیں کہ مختار فاروقی ہمارے خدمت گاروں میں شامل ہے۔ آمین یا ربّ العالمین!

3۔ عبدالرزاق سیکرٹری تحریک خلافت پاکستان لاہور

آپ کی ماہنامہ حکمت بالغہ میں شائع شدہ مضامین پر مشتمل کتاب ''جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے سو سال''......موصول ہوئی۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

اُمت مسلمہ اور بالخصوص پاکستان کا اسلام پسند طبقہ اسلام کے مستقبل کے حوالے سے سخت مایوس کن صورت حال سے دوچار ہے۔ اہل مغرب بالخصوص یہودی لابی نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے مسلمانوں کے خلاف نام نہاد دہشت گردی کے عنوان سے پوری دنیا میں زور شور سے مہم شروع کر رکھی ہے جس میں وہ بظاہر کامیاب بھی نظر آ رہا ہے۔ ایسے حالات میں میں سمجھتا ہوں آپ کا جاری کردہ ماہنامہ حکمت بالغہ اور قرآن اکیڈمی جھنگ کی ایسی مطبوعات یقیناً مسلمانوں کے اسلام پسند طبقے کے حوصلوں کو برقرار رکھنے بلکہ جلا بخشنے میں انتہائی قابل قدر اور مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔

آپ نے جس خلوص اور محنت سے علامہ اقبال کے تعمیر خودی اور مسلمانوں کو جگا کر سوئے قطار لانے کے مشن کو آگے بڑھانے کا عزم کر رکھا ہے۔ وہ قابل صد ستائش ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ ماضی قریب کی تاریخ کا صحیح PERSPECTIVE میں تجزیہ کیا جائے اور دشمن کی چالوں اور مسلمانوں کی کمزوریوں کی نشان دہی کی جائے اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کی

عظیم شخصیات کے کارناموں کو اُجاگر کرتے ہوئے مسلمانوں میں جذبہ عمل کو بیدار کیا جائے۔ یہ کام الحمدللہ آپ نے اس کتاب میں ماشاءاللہ بڑی خوبی اور ذہانت سے انجام دیا ہے۔ توقع ہے کہ مستقبل قریب میں ہمیں، آپ اور آپ کے ادارے کی جانب سے ایسی اور بھی بہت سی فکر و عمل کو جلا بخشنے والی تحریریں پڑھنے کو ملیں گی۔

ہماری دُعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ کو.................صحت و عافیت اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے نتیجہ خیز جدوجہد کی توفیق اور عزمِ مصمم تا زندگی عطا فرمائے رکھے آمین۔ اور ہم اپنی زندگیوں ہی میں علامہ اقبال کے خوابوں کی تعبیر RADICAL ISLAM کو پاکستان اور پوری دنیا میں متشکل دیکھ سکیں۔

گروپ کیپٹن (ر) عبدالوحید خان کی تین اہم کتابیں

1 معلوماتِ قرآنی 2 پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شخصیت

INTER FAITH ESSAYS AND OTHER ARTICLES

درج ذیل پتہ پر خط لکھ کر مفت طلب کی جا سکتی ہیں۔

گروپ کیپٹن (ر) عبدالوحید خان 36/A۔ساؤتھ سنٹرل ایونیو، فیز II، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی 75500۔۔۔(021)3589-4886 www.islam-christianity,com

سدِّ سکندر فی تحقیق لفظ قلندر

مولانا نوراللہ نوروز یرستانی ضخامت: 102 صفحات، کارڈوالی جلد

القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد ضلع نوشہرہ

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل (سابق چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی لاہور)

زیر تبصرہ کتاب ان ادب آموز، علمی و تحقیقی مضامین و مقالات کا مجموعہ ہیں جو حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے تذکرہ وسوانح ''مردِ قلندر'' مصنفہ: مولانا عبدالقیوم حقانی میں لفظ ''قلندر'' سے متعلق ماہنامہ القاسم میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔

ان مضامین میں قلندر کے لغوی واصطلاحی معانی ومفاہیم کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے خصوصاً ''طریق قلندر'' کے عنوان سے مولانا حافظ نثار احمد الحسینی کا تحقیقی مقالہ قابل ستائش ہے۔ کتاب میں دراصل لفظ ''قلندر'' سے متعلق اشکال کے مدلل جواب کی کوشش کی گئی ہے۔ اگرچہ ان مقالات میں ''قلندر'' اور ''قلندریہ'' کا تاریخی جائزہ بھی شامل ہے تاہم کیا ہی بہتر ہوتا اگر ''وادی تصوف'' کے دیگر راہواران قلم کی تحریروں اور تحقیقی و علمی استدراکات کو بھی شامل کتاب کرلیا جاتا تاکہ قارئین کو تقابلی مطالعہ کی سہولت میسر آجاتی۔

''القاسم اکیڈمی'' کی یہ اشاعت اس لحاظ سے قابل تحسین ہے کہ اصطلاحات کی تشریحات کی طرف ایک قدم ہے ابھی بہت سی اصطلاحات ''القاسم اکیڈمی'' کی نظر و تحقیق کی منتظر ہیں۔ علم و تحقیق سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لئے اس کتاب میں دلچسپی کا سرمایہ موجود ہے۔

مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّور

25روزہ قرآن فہمی کورس کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

2012ء

تین کورس

مئی، جون، جولائی

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہوسکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کرسکیں۔

☆ قیام وطعام اکیڈمی کے ذمہ ہوگا۔ ☆ تعلیمی ٹائم ٹیبل اور قواعد وضوابط کی پابندی ضروری ہوگی ☆ خوبصورت لیکچر ہال، مسجد، لائبریری اور دیگر ضروریات ایک ہی چھت کے نیچے۔ ☆ پرسکون اور پاکیزہ ماحول

اہل ثروت حضرات سے عطیات کا خیر مقدم کیا جاتا ہے

ہر کلاس میں طلباء کی تعداد 30 سے زیادہ نہیں ہوگی۔

مئی، جون، جولائی 2011ء میں سے اپنی فرصت کے مطابق نام رجسٹرڈ کرائیں۔

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

047-7628561

E-Mail hikmatbaalgha@yahoo.com

برطانوی ہند کے مسلمانوں کی صد سالہ
جدوجہد کے بارے میں کئی اقساط میں شائع شدہ
سلسلہ مضامین اب کتابی شکل میں طبع ہوگئے ہیں

جنوبی ایشیا میں مسلم بیداری کے

سو سال (100)

(1910ء-2010ء)

جو یکے بعد دیگرے تین عظیم عالمی مغربی سپر طاقتوں
کے زوال کا باعث بن گئے

انجینئر مختار فاروقی

صفحات 160 مجلد عمدہ کاغذ
قیمت 300 روپے (ترسیل بذریعہ کوریئر)
بالمشافہ خریدار کے لئے 20% رعایت

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

کیا آپ جانتے ہیں؟

- ☆ ذوالقرنین کون تھا؟
- ☆ یاجوج ماجوج کون ہیں؟
- ☆ ذوالقرنین کی تعمیر کردہ سد ذوالقرنین کب تعمیر ہوئی ؟
- ☆ سد ذوالقرنین کہاں واقع ہے؟
- ☆ کون سی قوم یاجوج ماجوج سے روابط رکھتی رہی ہے؟

یہ اور اس طرح کے دیگر چبھتے سوالات کے جوابات کے ساتھ

حکمت بالغہ کی ایک اور خصوصی اشاعت

یاجوج ماجوج نمبر

عنقریب شائع ہوگی ان شاء اللّٰہ

اہل علم اور اہل قلم سے درخواست ہے کہ اپنی قیمتی

تحریریں اور مشورے جلد از جلد ارسال فرمادیں

(ادارہ)

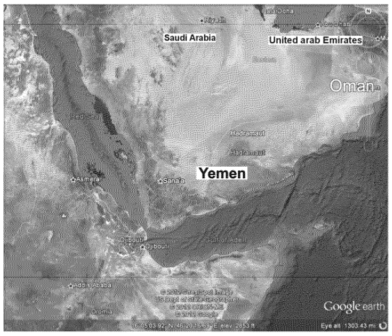

1۔ ملک یمن کا محل وقوع (سعودی عرب، عمان، متحدہ عرب امارات وغیرہ واضح ہیں)

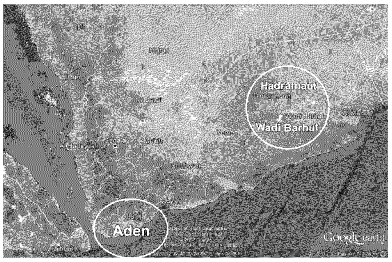

2۔ یمن میں واقع وادی برہوت، حضرت موت، عدن

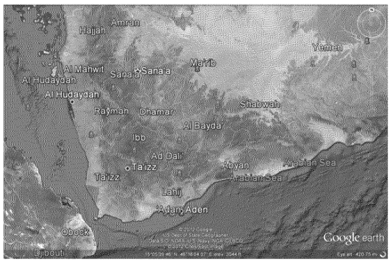

3۔ ملک عدن کا نقشہ: اہم شہر صنعاء، عدن، مآرب نمایاں ہیں

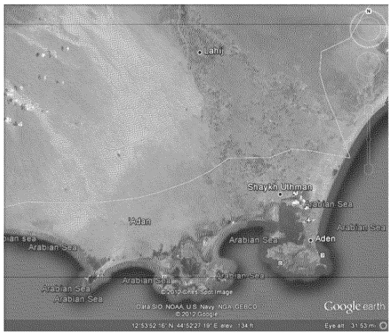

4۔ شہر عدن...... ملک یمن کا جنوبی ساحلی علاقہ اور اہم شہر ہے۔

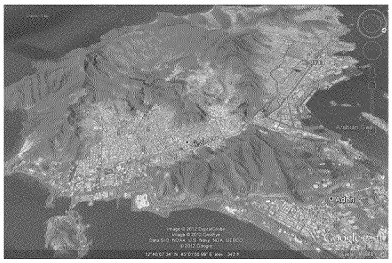

5۔ شہر عدن کا فضائی منظر

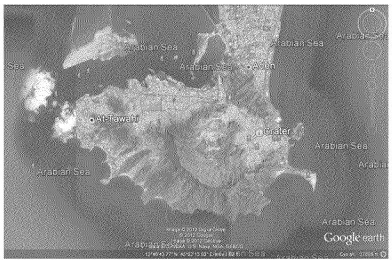

6۔ یمن کے شہر عدن کا فضائی منظر (نقشے میں آتش فشاں پہاڑ کا دہانہ نمایاں ہے، اس علاقہ کو وادی النار بھی کہتے ہیں۔

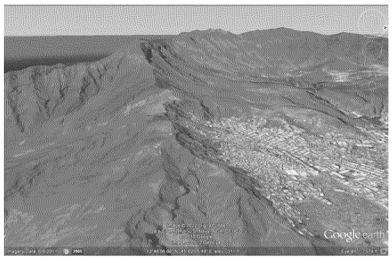

7۔ عدن کے شہر کے پاس آتش فشانی چٹانوں کی ساخت واضح طور پر نمایاں نظر آتی ہیں۔

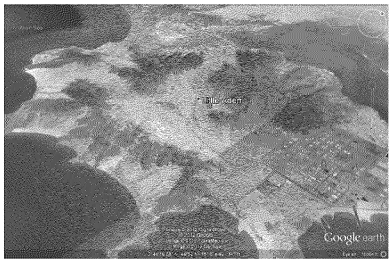

8۔ چھوٹا عدن (پرانا عدن) کا فضائی منظر: یہ علاقہ بھی آتش فشانی چٹانوں سے گھرا ہوا ہے۔

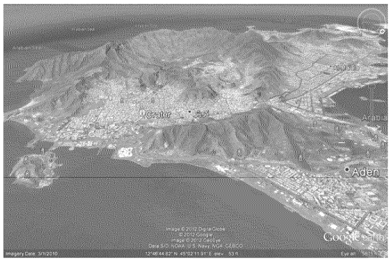

9۔ شہر عدن کے اندر آتش فشاں پہاڑ کا ایک اور منظر

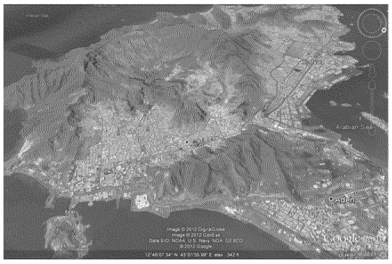

10۔ شہر عدن کی آبادی کا ایک حصہ اور اہم تنصیبات آتش فشاں کے دہانے پر ہی واقع ہیں۔

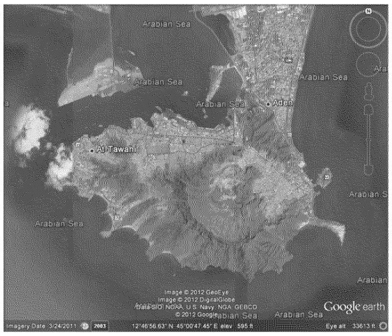

11۔ شہر عدن کا فضائی منظر۔ آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر آبادی بالکل واضح ہے۔

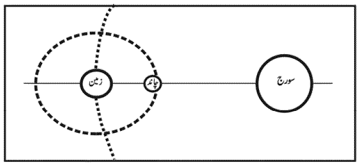

شکل نمبر1: قران شمس وقمر (Luni-solar Conjunction)

اپریل 2012ء
حِکمتِ بالغہ